رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱

رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

مملکت

ہفتہ وار

ایڈیٹر میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ ...... ے
ششماہی ...... ہے
سہ ماہی ...... عاسہ

شرح چندہ
سالانہ ...... ے
ششماہی ...... ہے
سہ ماہی ...... عاسہ

قیمت فی پرچہ (۲ر)

قیمت پرانا پرچہ (۴ر)

جلد (۲) | ۱۹ شہریور ۱۳۵۱ف | ۱۰ رجب ۱۳۶۱ھ | ۲۵ جولائی سنہ ۱۹۴۲ء شنبہ | نمبر (۱۵)

اتحاد کے بغیر آزادی ممکن نہیں

کانگریس کی آمرانہ استبدادیت

ڈاکٹر عبدالحمید قاضی کا کانگریس سے استعفا

ایک قدیم کانگریسی اور جمعیت العلماء ہند کی مجلس عاملہ کے ایک رکن ڈاکٹر عبدالحمید قاضی نے کانگریس سے اپنے استعفا کے متعلق حسب ذیل صحافتی بیان جاری کیا ہے۔ انڈین نیشنل کانگریس سے میرا تعلق ۱۹۲۰ء سے ہے جبکہ میں خلافت اور ترک موالات کی تحریک کے وقت گورنمنٹ اسکول چھوڑ چکا تھا۔ ۱۹۳۴ء سے جبکہ میں مرکزی اسمبلی کی رکنیت کے لئے کانگریس کی جانب سے کھڑا ہوا تھا کانگریس کی سرگرمیوں میں عملی حصہ لیتا رہا ہوں۔ ۱۹۴۰ء میں میں ہی پہلا مسلمان تھا جس کو گاندھی جی کی ہدایت کے تحت ستیاگرہ کرنا تھا اور جس کو دو سال قید بامشقت کی سزا دی گئی تھی۔ یہ سب کچھ میں اپنے وطن کی آزادی کی توقع میں کر رہا تھا لیکن ہندو مسلم اتحاد کے فقدان کی وجہ سے ہماری سب کوششیں ناکام رہیں۔ ۱۹۳۷ء میں جب کانگریسی وزارت تشکیل دے رہی تھی اس وقت میں نے اس وقت کے وزیر اعظم بی جی کھیر کو مجبور کیا کہ وہ اپنی کابینہ میں مسلم لیگ کے نمائندے کو شریک کریں کیونکہ اسمبلی کے (۲۹) مسلمان ارکان میں سے (۲۰) مسلم لیگ کے رکن تھے۔ مسٹر بی جی کھیر کسی حد تک راضی ہو گئے تھے لیکن انہیں سردار پٹیل اور کانگریس کی پارلیمنٹری سب کمیٹی کے احکام کے آگے سر جھکانا پڑا کیونکہ وہ مخلوط وزارت کے خلاف

دینے سے انکار کر رہے تھے اور مسٹر حسین نوری کو کابینہ میں لے لیا گیا جو نہ تو مسلم لیگ سے تعلق رکھتے تھے اور نہ کانگریس سے اور اسمبلی میں بھی انہیں کسی جماعت کی نمائندگی حاصل نہیں تھی۔ اس انتخاب سے نہ تو مسلم لیگ مطمئن ہو سکی اور نہ کانگریسی مسلمان۔ پھر بھی اس جانب کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ اسی طرح دوسرے تمام صوبوں میں مسلمانوں کے حقیقی نمائندوں کو حکومت سے باہر رکھا گیا۔ اور صوبہ متوسط میں مسٹر شریف کے جبری استعفا کے بعد بغیر کسی مسلمان کو شریک کئے وزارتیں چلائی گئیں۔

خود ارادیت کا حق

پھر بھی مجھے امید تھی کہ کانگریس اور لیگ میں کبھی نہ کبھی ان کا سمجھوتہ ہو جائے گا۔ اس سمجھوتہ کے لئے میں برابر کوشش کرتا رہا کیونکہ کانگریس اور لیگ کی باہمی مفاہمت کے بغیر ہندو مسلم اتحاد کے بغیر جس کے بغیر ہندوستان ایک آزاد ملک بننے کی توقع نہیں کر سکتا۔ جب مسٹر راجگوپال چاری نے یہ مطالبہ کیا کہ خود ارادیت کا حق تسلیم کیا جائے تو مجھے بڑی مسرت ہوئی۔ اس سے مسلم لیگ مطمئن ہو جاتی اور کانگریس سے بھی مطمئن ہو جاتی تاکہ لیگ کے ساتھ مل کر کام کرے۔ لیکن میری حیرت اور رنج کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے نہ صرف مسٹر راجگوپال چاری کی قرار داد کو

مسترد کر دیا بلکہ جگت نارائن کی قرار داد منظور کر لی جس کی رو سے مسلمانوں کو ان صوبوں میں بھی خود ارادیت کا حق حاصل نہیں رہتا جہاں وہ اکثریت میں ہیں۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ نہ صرف تین کروڑ مسلمانوں پر ہندو مسلط رہیں بلکہ سات کروڑ مسلمان بھی ان کی حکومت کے تحت آجائیں۔ میں نے یہ فارمولا پیش کیا تھا کہ مسلمانوں کے حق خود ارادیت کو تسلیم کرنے کے بعد ہندوؤں کو چاہئے کہ مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے مرکزی حکومت میں ان کو مساوی حیثیت دیں۔ اس سے ہندوستان کی وحدت بھی قائم رہتی اور مسلمان ہندو اکثریت کے رحم و کرم پر چھوڑ نہیں دیئے جاتے۔ میں نے مورخہ ۱۰ مئی و ۲ جون ۱۹۴۲ء کے کالموں کے ذریعہ سے گاندھی جی سے پر جوش اپیل کی تھی کہ وہ اس فارمولا کو قبول کریں لیکن اس پر کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ گذشتہ چھ مہینے کے دوران میں کانگریسی لیڈروں کو میں نے یقین دلانے کی بے حد کوشش کی کہ مسلمانوں کو یا تو خود ارادیت کا حق دیا جائے یا ان کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے مرکزی حکومت میں ان کو مساوی حیثیت دی جائے۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میری کوئی تجویز قبول نہیں کی گئی۔ اس کے معنے تو صرف یہ ہیں کہ ہندو اپنی عددی قوت کے بل بوتے پر مسلمانوں پر ان کی مرضی کے خلاف تسلط قائم کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی مسلمان خواہ اس کا تعلق کسی سیاسی جماعت سے ہو اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا۔ مولانا عبد الغفار نے اپنے ایک حالیہ بیان میں کہا تھا کہ کانگریس کی مجلس عاملہ نے اپنے اجلاس منعقدہ میں صوبہ جات کے حق خود ارادیت کو تسلیم کر لیا ہے۔ مگر اب اس سے انکار کیوں کیا جا رہا ہے۔ خود ارادیت کے اس حق سے انکار کرنے کے معنے یہ ہیں کہ کانگریس مہاسبھا کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ اس سے اکھنڈ ہندوستان وجود میں نہیں آئے گا البتہ ملک میں ... اب صرف ایک ہی راستہ کھلا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو ملک میں رہ کر فرقہ وارانہ مسئلہ حل کرنے کی ترغیب دی جائے نہ کہ ان کی مرضی کے خلاف ان کو مجبور کیا جائے (بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

ہفتہ وار
مملکت

جلد (۲)	۱۹ شہریور ۱۳۲۴ روز دوشنبہ	نمبر (۱۵)

اُلٹی سیاست

مسٹر راجگوپال چاری یہ کوشش کر رہے تھے کہ ہندوستان کے داخلی خلفشار کو دور کرنے کے لئے کانگریس اور مسلم لیگ میں کوئی سمجھوتہ کرادیں تاکہ ہندوستان متحدہ طور پر بیرونی تسلط کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوسکے۔ مسٹر جناح اور گاندھی جی سے مسٹر راجگوپال چاری کی طویل ملاقاتیں اُمید کی صورت پیدا کر رہی تھیں اور یہ قیاس کیا جارہا تھا کہ راجہ جی کانگریس کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن نتیجہ بالآخر اس کے برعکس نکلا اور دُنیا اس افسوسناک منظر کو دیکھ رہی ہے کہ راجہ جی جیسے پختہ کار لیڈر کو جو ایک وسیع دماغ سے کانگریس کی پالیسی تشکیل دینے میں موثر آواز رکھتا تھا کانگریس سے علٰحدہ ہو جانا پڑا۔ کانگریس جو ربع صدی سے یہ نعرہ لگا رہی تھی کہ اتحاد کے بغیر آزادی ممکن نہیں اب یہ شور مچا رہی ہے کہ آزادی کے بغیر اتحاد ممکن نہیں۔ اس جدید نعرہ کے عقب میں جو محرکات کار فرما ہیں ہم ان پر آگے چل کر بحث کریں گے۔ راجہ جی کی مہم نے یہ ثابت کردیا کہ اب کانگریس، بلحاظ خیال کی جو آزادی اپنے لئے چاہتی ہے، وہ دوسروں کو دینے کے لئے تیار نہیں۔ ان کے قول و عمل کا یہ تضاد ان کی سیاسی شعبدہ بازی کو بے نقاب کر رہا ہے۔ کانگریس کی مجلس عاملہ اور گاندھی جی نے ایک سے زیادہ مرتبہ یہ اعلان کیا تھا کہ اگر ہندوستان کا کوئی حصہ وفاق

میں شریک نہ ہونا چاہے تو وہ اس کو شرکت پر مجبور نہیں کریں گے لیکن جب راجہ جی نے ان اعلانات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہ مطالبہ کیا کہ اس حق علٰحدگی کو ابھی وقت تسلیم کرلیا جائے تاکہ اشتعال اور شبہات پیدا نہ ہوسکیں تو ارباب کانگریس بیتر سے بدلنے لگے اور راجہ جی کے مطالبہ کو بغاوت قرار دے کر ان کے خلاف تادیبی کارروائی کی دھمکی دی۔ راجہ جی نے کانگریس سے استعفا دے کر اپنی اخلاقی جرأت اور اپنے استدلال کے حق بجانب ہونے کا ثبوت دیا۔ ڈاکٹر کھارے، سوبھاش چندر بوس اور مسٹر نریمان کی طرح راجہ جی کو بھی کانگریس ہائی کمانڈ کی نازی استبدادیت کا شکار ہونا پڑا۔

کانگریس کا خواب پریشان

کانگریس سے مسٹر راجگوپال چاری کی علٰحدگی اس بات کو بھی بلاشک وشبہ ثابت کر رہی ہے کہ کانگریس ہائی کمانڈ ہندو مسلم سمجھوتہ کے لئے صرف اس صورت میں تیار ہے کہ ہندوستانی آبادی کا کوئی حصہ وفاق سے علٰحدہ رہنے کے حق پر یا خود ارادیت کے اصول پر اصرار نہ کرے اور کانگریس کو اکثریتی راج قائم کرنے کی پوری آزادی حاصل رہے۔ کانگریس کی مجلس عاملہ نے اپنے اجلاس منعقدہ وردھا میں جو قرارداد منظور کی ہے اس میں بھی یہی اسپرٹ کارفرما ہے۔ مجلس عاملہ کی روئداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ گاندھی جی اور پنڈت نہرو میں اختلاف رائے تھا اور خیال کیا جارہا تھا کہ گاندھی جی کے مسودہ قرارداد کو کمیٹی رد و بدل کے ساتھ قبول کرے گی اور فوراً ستیاگرہ کی تحریک شروع کر دی جائے گی۔ لیکن عام توقع کے خلاف گاندھی جی اور پنڈت جی میں سمجھوتہ ہوگیا اور یہ قرارداد اسی سمجھوتہ کا نتیجہ ہے اور اسی لئے تضاد سے خالی نہیں۔ قرارداد کے اہم اجزا حسب ذیل ہیں:

(۱) قرارداد میں ہندوستان سے برطانوی قوت کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کانگریس اپنے کسی اقدام میں عجلت کرنا نہیں چاہتی جہاں تک ہوسکے وہ ایسے کسی اقدام سے احتراز کرے گی جو متحدہ اقوام کی پریشانی کا باعث ہو۔

(۲) اگر حکومت برطانیہ کانگریس کے مطالبہ کو قبول نہ کرے تو کانگریس اپنے عدم تشدد کی طاقت تمام ہندوستان کی آزادی کے لئے گاندھی جی کی قیادت میں استعمال کرے گی۔

(۳) ہندوستان سے برطانوی حکومت کی واپسی کے بعد باشندگان ہند ایک ایسی عارضی حکومت تشکیل دینے کے لئے یکجا ہوکر مشورہ کریں گے جو اہل ملک کے تمام عناصر کی نمائندہ ہو اور جو بعد کو کوئی ایسی اسکیم بنا سکے جس کے تحت ایک مجلس دستور ساز کا انعقاد کیا جاسکے تاکہ وہ حکومت ہند کے لئے ایک ایسا دستور تیار کرسکے جو تمام فرقوں کے لئے قابل قبول ہو۔

(۴) ہندوستان سے برطانیہ کی دستکشی کے بعد آزاد ہندوستان اور برطانیہ کے نمائندے ان ممالک کے آئندہ تعلقات کا تعین کریں گے اور ایسی تدابیر اختیار کی جائیں گی کہ حملہ آور کا مقابلہ کرنے کی مشترکہ غرض کے لئے دونوں ممالک بطور اتحادیوں کے تعاون کرسکیں۔

اس قرارداد سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ باشندگان ہند ایسی عارضی حکومت تشکیل دینے کے لئے جو ملک کے تمام فرقوں کی نمائندہ ہو کس طرح اور کیونکر یکجا ہوں گے؟ کیا اقلیتوں کے مطالبات کو قبول کئے بغیر کانگریس کا یہ مقصد پورا ہوسکتا ہے؟ مسلم لیگ نے تو صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ وہ کل ہندی دستور کی تشکیل میں حصہ لینے کے لئے تیار ہے اور نہ مجلس دستور ساز کے انعقاد پر راضی ہے۔ کیا مسلم لیگ کی شرکت کے بغیر کانگریس ایسا کوئی دستور مرتب کرسکتی ہے جو تمام فرقوں کے لئے قابل قبول ہو؟ اور اگر نہیں مرتب کرسکتی تو اس کے کیا نتائج مترتب ہوں گے؟ اگر کانگریس آج مسلمانوں کو مطمئن نہیں کرسکتی تو ہندوستان سے برطانیہ کی واپسی کے بعد کس طرح مطمئن کرے گی؟ حامیان کانگریس نے اب تک ان سوالات پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ کانگریسی جرائد اور کانگریس کا پرچار کرنے والے محض گراموفون ریکارڈ کی طرح کانگریس ہائی کمانڈ کے خیالات کو دہراتے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ ملک کی خدمت گزاری کا بہت بڑا فرض انجام دے رہے ہیں۔ لیکن یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے کہ ان خیالات سے اندھے مقلدین سے قطع نظر دوسرے افراد کس حد تک مطمئن ہیں۔ البتہ کانگریس کے ایک قدیم ترجمان "بمبئی کرانیکل" نے اس خصوص میں ایک معقول نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ قرارداد وردھا پر تبصرہ کرتے ہوئے بمبئی کرانیکل تحریر کرتا ہے کہ:-

انتشار اور تاراج کے آثار

"اگر برطانوی اقتدار خیر سگالی کے ساتھ ہٹا بھی لیا جائے تو نظم و نسق میں اچانک اور عجلت کے ساتھ مکمل تبدیلی میں بذاتِ خود کئی خطرات مضمر ہیں۔ مجلس عاملہ تسلیم کرتی ہے کہ اس راہ عمل میں خطرات ضرور ہیں لیکن ہر ملک کو آزادی حاصل کرنے کے لئے ایسے خطرات سے ضرور دوچار ہونا پڑتا ہے خاص کر ایسی صورت میں جبکہ ملک کو اور دُنیا کی آزادی کو اس سے زیادہ خطرات سے بچانا ہو۔" ہمیں خبر نہیں کہ دوران جنگ میں اور ملک کے اندرونی خلفشار کے وقت جس کی منحوس علامتیں نمایاں ہوتی جارہی ہیں لوگ اس استدلال کو قبول کریں گے۔ ہم یہ کہنا نہیں چاہتے کہ برطانیہ خیر سگالی کے ساتھ نہ ہٹے۔ مگر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ برطانیہ خیر سگالی کے ساتھ نہیں ہٹے گا جس کی وجہ سے خطرات میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ لہٰذا خطرات کو گھٹانے کی ممکنہ کوشش کی جانی چاہئے۔ خطرات کو گھٹانے کی اہم ترین کوشش بلاشبہ یہی ہوسکتی ہے کہ ملک کی بڑی جماعتوں میں سمجھوتہ کرادیا جائے۔ مسٹر جناح نے اپنے اس بیان میں جس میں انہوں نے کہا تھا کہ مسلم لیگ

اس بات کا خیر مقدم کرے گی کہ برطانیہ بہ عجلت و رغبت ہندوستان سے ہٹ جائے یہ اشارہ بھی کیا تھا کہ کانگریس کو برطانوی اقتدار سے آزادی کے سلبی نعرہ پر اکتفا نہ کرنا چاہئے بلکہ یہ واضح کر دینا چاہئے کہ آزاد ہندوستان کے دستور کی نوعیت کیا ہوگی۔ مسٹر جناح کے الفاظ یہ تھے "اس بر اعظم کے باشندوں کی آزادی کا خیال کرتے وقت بیرونی اقتدار یا حکومت کو ہٹا دینے کے سلبی پہلو پر توجہ کرنا کافی نہیں ہے۔ انتشار اور نزاع کا امکان ہے جیسا کہ خود مسٹر گاندھی نے کہا ہے۔ بلکہ ایک ایسے عملی اور مثبت دستور کی تشکیل اور ایسی حکومت کے قیام پر توجہ کرنی چاہئے جس کے ہاتھ میں برطانوی اقتدار اور قوت منتقل ہو سکے اور ایسی حکومت اس بیرونی اقتدار کی جگہ لے سکے جس کو آج مسٹر گاندھی ختم کرنا چاہتے ہیں اور نیز ایسی حکومت اس بر اعظم کی بسنے والی مختلف قوموں اور مفادات کا اعتماد اور وفاداری بھی حاصل کر سکے۔"

اس رائے کا اظہار کرتے ہوئے غالباً مسٹر جناح کانگریس کو گفت و شنید کی دعوت دے رہے ہیں۔ کانگریس کو لبیک کہنا چاہئے۔ مجلس عاملہ اپنی قرارداد میں کہتی ہے کہ "ہندوستان سے برطانوی حکومت کی دست کشی کے بعد ملک کے ذمہ دار مرد اور عورتیں ایک ایسی عارضی حکومت قائم کرنے کے لئے یکجا ہو کر مشورہ کریں گے جو اہل ملک کے تمام عناصر کی نمائندہ ہو اور جو بعد کو کوئی ایسی اسکیم بنا سکے جس کے تحت ایک مجلس دستور ساز کا انعقاد ہو سکے تاکہ وہ حکومت ہند کے لئے ایک ایسا دستور تشکیل دے سکے جو ملک کے تمام فرقوں کے لئے قابل قبول ہو"۔ لیکن ان خطرات کے پیش نظر جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ایسی اسکیم برطانیہ کے ہٹ جانے سے پیشتر تیار کر لی جائے۔ کہا جاتا ہے کہ جب تک برطانوی اقتدار یہاں موجود ہے ایسی اسکیم روبہ عمل نہیں لائی جا سکتی۔ اس رائے میں کچھ وزن ضرور ہے لیکن ہم اس کو پوری طرح قبول کرنے تیار نہیں ہیں۔ اگر ہم برطانیہ کے ہٹ جانے کی توقع کر سکتے ہیں تو ہم زیادہ یقین کے ساتھ آپس میں ایک سمجھوتہ کی بھی توقع کر سکتے ہیں۔ ایسے سمجھوتہ کی کوشش ضرور قابل تحسین ہوگی۔

ہمیں یقین نہیں کہ "کرانیکل" کی یہ رائے کانگریس ہائی کمانڈ کے نزدیک قابل التفات ہوگی کیونکہ کانگریس قومی حکومت کے نام سے اکثریت کی حکومت قائم کرنا اور اس طرح سارے ہندوستان پر اپنا تسلط جمانا چاہتی ہے ہندوستان کے اندرونی خلفشار کی اصل وجہ کانگریس کی یہی روش ہے۔ وہ ابھی اس روش کے نتائج سے بے خبر نہیں ہے چنانچہ خود گاندھی جی نے یہ اعتراف کیا تھا کہ "برطانوی اقتدار کا ہٹ جانا بذات خود حصول آزادی کا باعث نہیں ہوگا۔ اس سے ممکن ہے کہ انتشار پیدا ہو یا انتظام مختل ہو جائے اور اس کا بھی اندیشہ ہے کہ کوئی تیسری قوت مسلط ہو جائے"۔ ان تمام اندیشوں کو رفع کرنے کے لئے باہمی اتحاد ضروری ہے مگر گاندھی جی جو ربع صدی سے اتحاد کو آزادی کی شرط مقدم سمجھ رہے تھے اب اتحاد کے مسئلہ کو پس پشت ڈال چکے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ "جب برطانوی اقتدار ہٹ جائے گا تو پاکستان کی نسبت ہندوستانیوں میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے گا یا ہندوستانی آپس میں لڑیں گے مسلمان پاکستان بذریعہ ووٹ حاصل کریں گے یا بذریعہ تلوار"۔ بات یہ ہے کہ کانگریس اقتدار اور تسلط کی ہوس میں غلط راہ میں عمل کر چکی ہے اور اب اپنی قیادت کو بچانے کے لئے یہ ساری کھلا بازیاں لگا رہی ہے جس کے مہلک نتائج حقائق شناس نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ جیسا کہ سر چمن لال سیتلواڈ نے کہا ہے جب تک سارا ہندوستان متحد ہو کر ساری جنگ میں حصہ نہ لے جاپانستان کا وجود میں آنا یقینی ہے اور اس کے بعد ہندوستان کی آزادی کی تمناؤں کا قبرستان ہے۔

جامعہ عثمانیہ

پرو وائس چانسلر کا تقرر

ایک عرصہ سے جامعہ عثمانیہ کے نظم و نسق کے متعلق مختلف حلقوں میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اساتذہ اور طلباء میں ایک طرح کا بعد پیدا ہو گیا ہے۔ پروفیسروں میں جتھہ بندیاں شروع ہو گئی ہیں اور بعض غیر ذمہ دار پبلک کارکنوں کی در پردہ مداخلت سے طلباء کے مشاغل طالب علمانہ نہیں رہے جس کا نتیجہ یہ مترتب ہو رہا ہے کہ ایک طرف نظم و ضبط پر اثر پڑ رہا ہے اور دوسری طرف علمی معیار گر رہا ہے۔ اس قسم کی اور بھی شکایتیں ہیں جو واقف کار حلقوں میں سنائی دیتی ہیں۔ بعض حلقوں میں یہ بیان کیا جا رہا تھا کہ جامعہ عثمانیہ کے نظم و نسق کی اصلاح حکومت کے پیش نظر ہے۔ اور بہت جلد کسی ایسے پرو وائس چانسلر کا انتخاب عمل میں آنے والا ہے جو اس ممتاز درسگاہ کے لئے موزوں ہو۔ ہمیں خبر نہیں کہ پرو وائس چانسلر کے عہدے پر جدید تقرر میں اب تک کیوں تاخیر ہوئی۔ گذشتہ دو سال سے اس عہدے کے لئے متعدد نام حکومت کے زیر غور رہے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حکومت باہر سے کسی شخص کو منتخب کرنا چاہتی ہے یا کسی حیدرآبادی کا تقرر پیش نظر ہے۔ علمی امور میں ہم ملکی اور غیر ملکی کے امتیاز کو مناسب نہیں سمجھتے لیکن اگر کوئی ایسا ماہر تعلیم جو جامعہ کی عظمت کے لحاظ سے موزوں ہو اور ہندوستان کے علمی حلقوں میں بھی اپنا وقار رکھتا ہو حیدرآبادیوں میں مل سکے تو ہمارے خیال میں باہر سے کسی ماہر تعلیم کو بلانا نہ صرف نامناسب بلکہ اہل ملک کی حق تلفی ہے۔ بحمد اللہ ہمارے پاس ایسے ماہر تعلیم موجود ہیں جو علمی قابلیت اور انتظامی صلاحیت کے اعتبار سے برطانوی ہند کے اصحاب سے کسی طرح کم نہیں اور جو برطانوی ہند کے علمی حلقوں میں اپنا ایک خاص پوزیشن بھی رکھتے ہیں لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ حیدرآباد کے مشاہیر کو وہ اخباری شہرت حاصل نہیں جو برطانوی ہند کے اصحاب کو حاصل ہے۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ کسی ملک کی ضروریات اور اہل ملک کے جذبات و رجحانات کا جو صحیح علم افراد ملک کو ہو سکتا ہے وہ کسی باہر سے آنے والے کو خواہ کتنا ہی ذہین اور ممتاز کیوں نہ ہو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اقوام و ممالک کی ترقی کا راز یہی ہے کہ خود ملک و قوم کے اندر سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں جو اپنے وطن کو بام ترقی پر پہنچانے کا ذریعہ بنیں۔ بیرونی افراد کا تقرر ملک کے بہترین ذہین، قابل اور صحیح خدمت گزاری کا جذبہ رکھنے والوں کے حوصلے پست کر دیتا ہے اور ان میں اخلاقی انحطاط شروع ہو جاتا ہے۔ یہ انحطاط ان کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ سارے ملک میں سرایت کر جاتا ہے اور اہل ملک یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ جب ہمارے بہترین افراد کا کوئی پرسان حال نہیں تو پھر ہمارا مستقبل کس طرح روشن ہو سکتا ہے۔ ان وجوہ کی بنیاد پر ہمیں امید ہے کہ پرو وائس چانسلر کے انتخاب کے وقت دو چیزیں ملحوظ رکھی جائیں گی۔ ایک تو اس عہدے کے لئے جس شخص کا انتخاب کیا جائے وہ ملکی ہو اور دوسرے یہ کہ جامعہ عثمانیہ کے مخصوص نظام تعلیم سے جو برطانوی ہند کی جامعات سے مختلف ہے، بخوبی واقفیت رکھتا ہو۔ ہمیں توقع ہے کہ نواب صدر اعظم بہادر جو ہمارے امیر جامعہ بھی ہیں اور جن کے دور میں اہل ملک کے حقوق کو مقدم کیا گیا ہے ہماری ان گزارشات پر عاجلانہ توجہ فرما کر جامعہ کے مفاد کی حفاظت کے لئے جو ہمارا ایک مایۂ ناز قومی سرمایہ ہے کسی موزوں حیدرآبادی کا انتخاب فرمائیں گے۔

اعلیٰحضرت حضور پرنور کا اکتیس سالہ دورِ حکومت

(تقریر جناب مولوی حبیب الرحمن صاحب ناظم معلومات عامہ جو نشرگاہ اورنگ آباد دکن سے نشر کی گئی)

آج ہم اپنے بادشاہ ذی جاہ حضرت سلطان العلوم خسرو دکن کی چھپنویں سالگرہ منا رہے ہیں۔ اس موقع پر ہم جتنی بھی خوشیاں منائیں کم ہے اس لئے کہ اس زمانہ میں جب کہ دنیا کا ہر ذرہ ایک دوسرے سے برسر پیکار ہے ہم اپنے آقائے ولی نعمت کے زیر سایہ نہایت اطمینان کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

حضور پرنور کے اکتیس سالہ دور حکومت میں ریاست حیدرآباد کی مالیاتی حالت لائق فخر و مباہات ہو گئی۔ متعدد جدید محکمے قائم کئے گئے اور بعض محکموں کے خرچ میں لاکھوں روپے کا اضافہ کیا گیا محکمہ طب کو از سر نو منظم کیا گیا۔ آرائش بلدہ کا کام شروع ہوا۔ ریلوے کی توسیع ہوئی۔ کاشت کے طریقوں میں اصلاح کرنے اور ملک کی زرعی حالت کو بہتر بنانے کی غرض سے محکمہ زراعت قائم کیا گیا۔ کسانوں کی اقتصادی حالت کو سنبھالنے کے لئے تحریک انجمن ہائے امداد باہمی جاری کی گئی۔ مختصر یہ کہ اس درخشاں دور حکومت میں زندگی کے تمام شعبوں میں غیر معمولی اصلاح اور ترقی ہوئی۔

ہم اس وقت انتہائی اختصار کے ساتھ اس عہد ہمایونی کی ترقیوں کا ایک سرسری خاکہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہم صرف ان محکموں کے اصلاحی امور پر روشنی ڈالیں گے جن پر ہماری ریاستی ترقی کا دار و مدار ہے۔

پہلے ہم فینانس کو لیں گے۔ سرسالار جنگ اول سے قبل جس طرح مملکتی ذرائع آمدنی میں کوئی بھی تنظیم و ترتیب نہیں تھی ٹھیک خرچ کے انتظام میں بھی کوئی خاص ضبط و نظم نہ تھا۔ سالار جنگ اول نے اس کی کوشش کی اور ایک حد تک کامیاب ہوئے اور بجٹ کا طریقہ ان کے تحت ہونے لگا۔ مگر سنہ ۱۳۰۱ ف تا سنہ ۱۳۱۰ ف کے عرصے نے برطانوی حکومت سے (۳) کروڑ ۲۰ لاکھ کا قرض لینے پر مجبور کیا۔ سنہ ۱۳۱۰ ف تا ۱۳۱۹ ف (۱۹۰۰ء) میں (۵۹۷) لاکھ کی کمی مگر سر جارج کیسن واکر کے تحت حالت بہتر ہو گئی اور اوسطاً ۵ لاکھ کی بچت ہونے لگی جس سے تمسکات کے خریدنے کی داغ بیل پڑی لیکن دور عثمانی میں آمدنی کے اضافے کے ساتھ خرچ میں بھی اضافہ ہوئے اور مالیاتی تنظیم کو زیادہ سے زیادہ حالات جدیدہ کے مطابق بنایا گیا۔ چنانچہ اس وقت تک برابر کوشش جاری ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے جدید قسم کے ٹیکسوں کا بار رعایا پر نہ پڑے نظم و نسق کو بہتر سے بہتر بنایا جائے۔ اور ملک و قوم کو ترقی کے مدارج طے کرائے جائیں۔ حضرت اقدس و اعلیٰ کی جوہر شناسی تھی کہ سر اکبر حیدری نواب حیدر نواز جنگ مرحوم جیسے ماہر مالیات کی خدمات سے کچھ اس طرح پر کام لیا گیا کہ گزشتہ جنگ عظیم اور عالمی کساد بازاری کے طوفان بھی ہمارے مالیہ کی مضبوط بنیادوں کو ہلا نہ سکے۔ اور آج دوسری جنگ عظیم پر کامیابی حاصل کرنے کے لئے حیدرآباد جو نمایاں خدمات انجام دے رہا ہے وہ بھی اسی صحیح مالی مسلک کا نتیجہ ہے جس پر اس مبارک دور عثمانی میں عمل کیا جا رہا ہے۔

تعلیمات۔

دنیا میں ہر قسم کی ترقی کا انحصار علم کی اشاعت پر ہے۔ حضور پرنور نے تخت نشینی کے بعد ہی سے اس شعبہ کی طرف توجہ مبذول فرمانی شروع کی جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج ہندوستان کے گوشے گوشے سے آفرین اور تحسین کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔

جامعہ عثمانیہ نے جو دور عثمانی کا ایک نہایت شاندار کارنامہ ہے۔ ملک کے سامنے صحیح معنوں میں ثقافتی اتحاد اور ذہنی ترقی کی شاہراہ کھول دی ہے۔ اور اس جامعہ سے صرف مرکز ہی نہیں بلکہ دور دراز علاقے بھی ہدایات لینے لگے ہیں۔ جامعہ کی شایان شان عمارات کچھ تعمیر ہو چکی ہیں اور کچھ زیر تعمیر ہیں۔ جو شہر سے کچھ فاصلہ پر کھلی فضا اور اچھی آب و ہوا میں واقع ہیں۔ دو سال ہوئے کہ کلیہ فنون کی عمارت جس کی نظیر شاید سارے مشرق میں نہ ملے گی تیار ہوئی اور اس کا افتتاح خود حضرت بندگان عالی کے مبارک ہاتھوں سے ہوا۔

معاشی ترقی۔

معاشی ترقیات کے لحاظ سے بھی دور عثمانی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ صنعت و حرفت کا محکمہ اس عہد ہمایونی کی یادگار ہے اس کا اولین مقصد یہ تھا کہ جو دیسی حرفتیں مشینوں کے بنے ہوئے مال کے مقابلے سے برباد ہو رہی تھیں انہیں بچایا جائے چنانچہ ادارہ مصنوعات دیہی اور اس سے متعلقہ فروخت گاہیں اس غرض سے قائم کیں۔ جن کی بدولت ورنگل کی قالین بافی۔ بیدری دھات کی مصنوعات۔ پیٹھنی ساڑیاں اور گدوالی۔ کرم نگر کی چاندی کی صنعت اور ایسی ہی متعدد دیگر دستکاریاں ناپید ہونے سے بچ گئیں۔ ایک کروڑ روپیہ کے سرمایہ سے ایک "انڈسٹریل ٹرسٹ فنڈ" قائم کیا گیا جس سے بڑی صنعتوں کے حصص خریدے جاتے ہیں اور ان کے منافع سے چھوٹی صنعتوں کی ترقی کے لئے دیگر امداد کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ٹرسٹ فنڈ سے قابل طلباء کو اعلیٰ صنعتی تعلیم کے لئے وظائف بھی دئے جاتے ہیں۔ بڑی صنعتوں میں شاہ آباد سمنٹ کمپنی۔ نظام شوگر فیکٹری بودھن۔ سرپور کا کارخانہ کاغذ سازی۔ پارچہ بافی کی کرنیاں۔ سگریٹ دیا سلائی اور جوٹ کے کارخانے قابل ذکر ہیں۔

کسانوں کو سہولتیں پہنچانے اور ان کو کاشت کے بہتر طریقے سکھانے کے لئے اس مبارک دور میں محکمہ زراعت قائم کیا گیا۔ اس مقصد کو سرکاری امدادی مزرعوں اور مظاہروں کے ذریعہ پورا کیا جا رہا ہے کسانوں کو بہتر تخم بیج پورے کھاد۔ آلات اور دیگر زرعی ضروریات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ ترقی پسند کسانوں کو ان چیزوں کے خریدنے کے لئے تقاوی دی جاتی ہیں۔ ہر ضلع کے مستقر پر اور تقریباً ہر تعلقہ میں زراعتی درجے قائم ہیں۔ چھوٹے چھوٹے گاؤں میں محکمہ کی طرف سے کسانوں کی مدد کے لئے کامگار مقرر کئے گئے ہیں۔ انجمن ہائے امداد باہمی کا محکمہ بھی اس دور مسعود کی پیداوار ہے اور دیہی علاقوں میں بہت اچھے کام انجام دے رہا ہے۔ اس کے علاوہ حال ہی میں دیہی باشندوں کی معاشرتی اور اقتصادی حالت کو سدھارنے کے لئے ہر جگہ تنظیم دیہی کے مراکز قائم کئے جا رہے ہیں۔

طبابت۔

ہمارے پاس طبابت کا کام دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک مغربی دوسرے یونانی۔ مغربی شعبہ طب کے ساتھ شعبہ حفظان صحت بھی ملحق ہے۔ دواخانہ عثمانیہ کی تعمیر اس دور کی اہم یادگار ہے۔ دق کے مریضوں کے علاج کے لئے ایک سینی ٹوریم آج کل تعمیر کیا جا رہا ہے۔ دق کے مریضوں کے لئے ... میں جذام کے مریضوں کا جو ادارہ قائم ہے حکومت اس کی نیابت مدد کرتی ہے۔ حفظان صحت کے سلسلے میں پلیگ اور ملیریا کے علحدہ محکمے قائم ہیں۔ مانع چیچک ٹیکہ لگانے والوں کی ایک کثیر تعداد دارالسلطنت اور اضلاع میں متعین ہے۔ چند سال سے دارالسلطنت میں بہبودی اطفال کے مرکز جگہ جگہ قائم کئے جا رہے ہیں۔

طب یونانی کے شعبہ کو بندگان اقدس کی خاص توجہ حاصل ہے حال ہی میں ایک شاندار شفاخانہ تعمیر ہوا ہے جو نظامیہ صدر یونانی شفاخانہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس شعبہ کے دواخانے بھی ہر ضلع اور تعلقہ میں قائم ہیں۔

تعمیرات و آب پاشی۔

حضرت اقدس و اعلیٰ کے ۳۱ سالہ دور ہمایونی میں حیدرآباد کے سررشتہ تعمیرات نے جو ترقی کی ہے اس کی نظیر آصفی دور کی تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔ کیونکہ اس دور میں جتنے بھی تعمیری کام انجام پائے ہیں ان کا تعلق زیادہ تر رفاہ عام سے ہے ہم یہاں صرف ان مشہور عمارتوں کا ذکر کریں گے جو اس دور عثمانی کے شاندار کارناموں میں شمار کئے جا سکتے ہیں۔

اس دور کی اہم اور عالی شان عمارتوں میں دارالسلطنت میں رود موسیٰ کے کنارے عثمانیہ عدالت العالیہ کی مرکزی عمارت واقع ہے۔ جو اپنی خوبصورتی اور دلکشی کے اعتبار سے ہندوستان کی عمارتوں میں قابل تعریف تصور کی جاتی ہے۔ دوسری عمارت دواخانہ عثمانیہ کی ہے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ عدالت العالیہ سے متصل سٹی کالج کی عمارت ہے۔ جس میں سینکڑوں سے زیادہ طلباء تعلیم پاتے ہیں۔ نظامیہ یونانی شفاخانہ چار مینار کے قریب واقع ہے۔ یہاں مریضوں کی دوا اور علاج کے ساتھ ساتھ قدیم علم طب کی تعلیم کا بھی انتظام ہے کتب خانہ آصفیہ کی خوبصورت عمارت رود موسیٰ کے کنارے واقع ہے۔ نمائش گاہ اور قصر جوبلی جو باغ عامہ میں واقع ہیں نہایت ہی حسین عمارتیں ہیں۔ معظم جاہی مارکٹ کی عمارت بھی اپنی تعمیری خوبیوں کے لحاظ سے قابل ذکر ہے۔

لیکن ان سب سے زیادہ عظیم الشان جامعہ عثمانیہ کی عمارتیں ہیں۔ جن کے تعمیری مراحل پر اب تک لاکھوں روپے صرف ہو چکے ہیں۔ ہندوستان کی جامعات میں ایسی شاندار عمارات کا کہیں وجود نہیں۔

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

حیدرآباد کی معاشیات

از

پروفیسر کرشنو آہنگار

اس زمانہ میں ہر شخص کو اپنے ملک کی پیداوار اور تجارت کے متعلق چند اعداد معلوم کرنے کی خواہش ضرور ہوتی ہے۔ پیداوار کی اعداد و شماری نہ برٹش انڈیا میں ہے اور نہ ریاست حیدرآباد میں۔ صرف چند اہم پیداوار کے متعلق اندازہ کیا جاتا ہے جو حقیقی اعداد کے مقابلہ میں اکثر غلط ثابت ہوتے ہیں۔ سرکاری معلومات ہیں جن میں رسالہ اعداد و شمار بھی شامل ہے۔ اس ریاست کی پیداوار اور تجارت کے متعلق کچھ معلومات حاصل ہوتے ہیں۔ حیدرآباد کی معاشی حالت سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اس روئداد کا تبصرہ دلچسپ اور پر از معلومات ہوگا۔

روئداد زیر بحث میں ممالک محروسہ سرکار عالی کے تجارتی توازن اور ظاہرا تجارتی توازن کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اول الذکر [illegible] لاکھ روپے نا موافق سکہ اور آخر الذکر [illegible] لاکھ روپے موافق ظاہرا تجارتی توازن بتایا گیا ہے۔ جن اشیاء پر محصول عائد نہیں کیا گیا ہے ان میں سے چند اشیاء ان میں شامل نہیں ہیں۔ محکمہ جات سرکار عالی، علاقہ رزیڈنسی، برطانوی افواج اور [illegible] کی کارروں کی درآمد کردہ اشیاء جن کی مجموعی مالیت تقریباً [illegible] لاکھ روپے ہوتی ہے۔ ان اعداد میں شامل نہیں ہیں۔ ان اشیاء کی تفصیل بھی معلوم نہیں۔ محکمہ ریلوے کی درآمد کردہ اشیاء کی تفصیل جس طرح بتائی جاتی ہے اسی طرح اس [illegible] لاکھ کی تفصیل بھی بتائی جاتی تو زیادہ مفید ہوتا۔ علاوہ ازیں اگر طلاء کی برآمد نظرانداز کردی جائے تو ظاہرا توازن تجارت کا معلوم کرنا غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ [illegible] میں ہندوستان سے [illegible] کروڑ روپے کا طلاء برآمد کیا گیا ہے۔ اور مردم شماری کے لحاظ سے ممالک محروسہ سرکار عالی سے کم از کم [illegible] لاکھ روپے سکہ کلدار کا طلاء برآمد ہوا ہوگا۔ مقامی سکہ میں اس کی قیمت تقریباً [illegible] لاکھ روپیہ ہوتی ہے۔ عین ممکن ہے کہ برآمد اس سے زیادہ مقدار میں ہوئی ہو لیکن کسی صورت میں بھی وہ اس سے کم نہیں ہے۔ تحقیقہ توازن تجارت میں اس مد کے مقابل کوئی اعداد نہیں بتائے گئے۔ بلکہ اس قسم کی مد کا وجود ہی نہیں۔ ممکن ہے کہ اعداد دستیاب نہ ہوسکے ہوں اور ملک سے سارا سونا یا اس کی ایک بڑی مقدار [illegible] کے ذریعہ برآمد کردی گئی ہو۔ حکومت کو چاہئے کہ اس کے متعلق صحیح اعداد فراہم کرنے کی کوشش کرے۔ تمام برآمد شدہ [illegible] کی جانچ پڑتال کرے۔ اگر ممکن نہیں تو روئداد میں درج کردینا چاہئے کہ [illegible] اشیاء شریک نہیں کی گئی ہیں۔ اسی مردم شماری کے تناسب سے [illegible] چاندی کی درآمد سالانہ تقریباً [illegible] لاکھ روپے کی ہونی چاہئے لیکن روئداد میں صرف [illegible] لاکھ

ہی بتائی ہے۔ چاندی کی حقیقی درآمد [illegible] لاکھ سے متجاوز ہونی چاہئے کیونکہ کپاس اور ولایتی مونگ پھلی حیدرآباد کی اہم نقدی پیداوار ہیں۔ اور ان کا زیادہ تر حصہ بیرونی ممالک کو جاتا ہے۔ ان اجناس کے بدلے کاشتکاروں کو سونا تو نہیں ملتا۔ چنانچہ لازمی طور پر چاندی ہی زیادہ مقدار میں درآمد کی گئی ہوگی۔

مزید برآں ریاست حیدرآباد کی سرحد کا بیشتر حصہ زمین ہے جس کی وجہ سے خلاف قانون درآمد و برآمد کے لئے کچھ گنجائش چھوڑنا بھی ضروری ہے کیونکہ ان اعداد کو تجارتی اعداد سے خارج کردینے سے جو نقصان ہوتا ہے وہ محصول کروڑگیری کے نقصان سے بھی زیادہ ہے۔ اس وجہ سے کہ درآمد اور برآمد جیسے اہم مد کی نسبت محض صحیح اعداد چاہئے۔ سررشتہ کروڑگیری کا انتظام کچھ عرصے سے باضابطہ اور اطمینان بخش ہے۔ تاہم گھاٹوں اور پہاڑی راستوں کی موجودگی کی وجہ سے اور زبردست سرحد کی وجہ سے معقول مقدار میں مال کا بلا ادائی محصول پار ہونا لازمی ہے۔ محکمہ پیداوار کا سررشتہ کروڑگیری کے تحت جات آمدنی اور ملک کے مختلف [illegible] سے مقابلہ کرنے کے بعد ان اعداد میں نمایاں تفاوت پایا جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حیدرآباد سے کثیر مقدار میں مال کی درآمد و برآمد خلاف قانون ہوتی ہے۔ بہتر ہوگا کہ اس روئداد میں اس مد کے لئے بھی تھوڑی سی گنجائش پیدا کردی جائے۔

غیر مرئی توازن تجارت۔ قرضہ اور تجارتی لین دین کا ایک جزو ہے۔ جو اس سے زیادہ اہم ہے۔ اس کے متعلق اعداد حاصل کرنے کے لئے اس روئداد میں سرکاری اور غیر سرکاری اشخاص سے بذریعہ منی آرڈر، چیک اور دیگر مالی ذرائع سے جو رقم ملک میں داخل ہوئی ہو یا ملک سے گئی ہو اس کا بھی اندراج ہونا چاہئے۔ [illegible] حساب، [illegible] خانہ جات، بنکوں اور سررشتہ کروڑگیری سے ایسے اعداد فراہم کئے جائیں تو خود حکومت کو اور عوام کو معلوم ہوگا کہ آیا حیدرآباد کی دولت باہر جارہی ہے یا بیرون سے حیدرآباد میں سرمایہ جمع ہو رہا ہے۔ اور دونوں صورتوں میں اس کی مقدار بھی معلوم ہوسکے گی۔ [illegible] ہندوستان، [illegible] جیسے ملک میں بھی ایسے اعداد فراہم کئے جاتے ہیں کیونکہ قومی وسائل دولت کے نظم و نسق کے لئے یہ ضروری ہیں۔ اگر ایسے اعداد کی فراہمی ناممکن ثابت ہو تو کم از کم اعداد و شمار کی خام پیداوار اور غلہ کی حد تک ہی محدود رکھیں تاکہ اقتصادی خود مختاری حاصل کرنے کی حتی الامکان کوشش ہوسکے اور مقامی [illegible] و مقامی سرمایہ کے نقطۂ نظر سے قومی آمدنی کا اندازہ ہوسکے۔ ذیل میں ان ہی چیزوں کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اہم کپاس کی طرف متوجہ ہوں [illegible]

زیادہ اطمینان بخش نہیں ہے۔ کپاس پیدا کرنے والے ہندوستان کے بڑے رقبوں میں حیدرآباد کو چوتھا درجہ حاصل ہے۔ کپاس کی پیداوار کے لحاظ سے ہندوستان دنیا میں دوسرے درجہ پر ہے۔ اگر حیدرآباد سے خام کپاس کی برآمد سب سے زیادہ ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ہی تیار شدہ سوتی اشیاء (فقط پارچہ اور بٹے ہوئے سوت) کی درآمد میں بھی وہ سب سے آگے ہے [illegible] یہاں [illegible] گٹھے روئی کی پیداوار ہوئی جس کے منجملہ [illegible] فی صدی روئی خام حالت ہی میں بیرون ملک کو برآمد کی گئی۔ [illegible] فی صدی روئی مقامی گرنیوں اور چرخوں کے استعمال کی اور ختم ہنگام پر بشمول سکہ سال گزشتہ [illegible] گٹھے خام روئی بیوپاریوں کے پاس بطور سکہ موجود تھی یعنی تقریباً [illegible] فی صد خام روئی ملک میں خام حالت ہی میں رہی۔ گرنیوں میں [illegible] لاکھ پونڈ سوت اور [illegible] لاکھ گز پارچہ تیار ہوا لیکن ہمارے پارچہ کی برآمد صرف [illegible] لاکھ روپے کی مالیت کی تھی جب کہ خام روئی کی قیمت جو ملک سے برآمد کی گئی [illegible] لاکھ روپے تھی۔ اس کے برخلاف جملہ سوتی مالیت درآمد ہم نے [illegible] لاکھ روپے کا سوت اور [illegible] لاکھ روپے کا سوتی کپڑا درآمد کیا۔ غرض سوت اور سوتی اشیاء کی درآمد کی کل جملہ مالیت [illegible] لاکھ روپے ہوتی ہے۔ [illegible] پارچہ کا اوسط خرچ [illegible] گز فی کس ہے اور سارے ہندوستان میں [illegible] گز فی کس۔ جب کہ قومی معیار کے لحاظ سے کم از کم خرچ [illegible] گز ہونا چاہئے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ہمارے ملک میں کثیر مقدار میں روئی پیدا ہوتی ہے لیکن مقامی گرنیاں ہماری ضروریات کا ایک حصہ بھی پورا نہیں کرسکتیں۔ جب کہ پارچہ کی مانگ میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور اضافہ ہونا ضروری بھی ہے یعنی قابل غور بات یہ ہے کہ ہم نے پارچہ کی تیاری پر جتنا بھی منافع ادا کیا ہے۔ وہ زیادہ تر غیر ملکی مالکان گرنیوں کو حاصل ہوا۔ ریاست ہی میں ایک ایسے نظام عمل کو ترتیب دینے کے کیا امکانات ہیں جس سے کہ [illegible] لاکھ روپے کی مالیت کا مزید سوت اور سوتی پارچہ تیار کیا جائے کہ مقامی گرنیوں کو روئی بمبئی کے نرخ سے نسبتاً کم نرخ پر مہیا ہوسکتی ہے۔ کیونکہ مقامی بیوپاریوں کو محصول کروڑگیری جو پانچ فی صد ہے اور کرایہ ریل و نقل جو بیرون ملک کے بیوپاریوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے، دونوں کی بچت ہوتی ہے۔ بیرونی ممالک سے جو پارچہ درآمد کیا جاتا ہے اس پر جو پانچ فی صد محصول ادا کرنا پڑتا ہے اس محصول کی کمی مقامی کارخانہ داروں کو ایک قسم کی امداد ہے۔ بلکہ پارچہ پر بھی محصول کروڑگیری معاف ہے۔ اگر یہ تصور کر لیا جائے کہ اخراجات تیاری دونوں مقام پر ایک ہیں تو بھی مقامی پارچہ پانچ فی صد کم دام پر اندرون حیدرآباد فروخت کیا جاسکتا ہے۔ درحقیقت اخراجات یکساں نہیں ہوسکتے۔ اس وجہ سے کہ بیرونی ممالک کے بیوپاریوں کو کرایہ ریل کی وجہ سے زیادہ اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ علاوہ ازیں حیدرآباد میں سرمایہ اور مزدوری بھی کم خرچ پر مہیا ہوسکتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو کیا وجہ ہے کہ حیدرآباد سے ایک کثیر مقدار میں خام روئی برآمد ہوتی ہے اور کثیر مقدار میں پارچہ کی درآمد ہوتی ہے۔ اس سوال کا ایک ہی جواب ہوسکتا ہے [illegible] ملک میں کاروباری ذہنیت کا فقدان [illegible] کا پتہ چلتا ہے۔ [illegible]

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

ایک صاحب نے جن کا علم و فضل مسلم ہے اخبارات میں "رشتہ کی ضرورت ہے" کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کرایا ہے اور یہ اعلان کیا ہے کہ مسلمہ یا صاحبِ جائداد کو ترجیح دی جائے گی۔

دیکھا آپ نے گرانی کا مسئلہ حل کرنے کی کیسی موثر تدبیر ہے۔ تعلیم یافتہ بیروزگاروں کے لئے لمحۂ فکر۔

قرارداد وار دھا پر تبصرہ کرتے ہوئے "معاصر ریاست" نے ۱۳ ستمبر ۱۹۴۵ء کے ادارےہ میں تحریر کیا تھا۔

"اب بھی وقت ہے کہ کانگریس کے اس مطالبہ کو ہمارے برطانوی حکمران مسترد نہ کریں۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان کی بہت سی اندرونی پیچیدگیاں ہیں لیکن یہ ایک فطرت انسانی ہے کہ جب ذمہ داری اوپر آن پڑے تو انسان اپنے سارے جھگڑے بھلا دیتا ہے۔ لہذا اس فطرت انسانی سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جب برطانیہ اپنا اقتدار اہل ہند کے حق میں منتقل کر دے تو یقیناً وہ اپنے سارے جھگڑوں کا تصفیہ کر لیں گے۔"

اسی موضوع پر ۲۴ ستمبر ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں ارشاد ہوتا ہے کہ

"ایسی ایک قومی حکومت کامیابی کے ساتھ قائم ہوئی ہے تو یہ ضروری ہے کہ ہندوستان کی جو بڑی سیاسی جماعتیں ہیں اُن میں سمجھوتہ ہو۔ .... جو کوئی ایسی حکومت تشکیل دینے کی ذمہ داری اس کے لئے یہ لازمی ہوگا کہ وہ ان جماعتوں کی تشفی کرے ورنہ اسے ایسے وقت پر جبکہ سمجھوتہ کی بڑی سے بڑی مقدار کی سخت ضرورت ہے عظیم مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا اور جب یہ مسلم ہے تو کانگریسی قائدین کو چاہئے کہ وہ اس وقت جنگ کو اپنا ہتھیار بنائیں اور جنگ سے کوئی بات سمجھوتہ کا راستہ نکالیں جس کی ہیں قائد اعظم جناح نے اپنے ایک حالیہ بیان میں کی ہے۔"

ہم اب تک فطرت انسانی کی یکسانیت کے قائل تھے مگر اب ہمیں یقین ہو گیا کہ فطرت انسانی چوبیس گھنٹوں کے اندر بدل سکتی ہے۔ کانگریس کے اس لاؤڈ اسپیکرِ آزادی سے پہلے اختیار کی آواز سن کر ہمیں مطلق حیرت نہیں ہوئی کیونکہ ہم سمجھ چکے ہیں کہ اس طرح پینترے بدلنا عین فطرت انسانی ہے۔ سچ کہا تھا فطرت انسانی کے ایک رازدار نے:-

تری بات کو بت حیلہ جو نہ قرار ہے نہ قیام ہے
کبھی شام ہے کبھی صبح ہے کبھی صبح ہے کبھی شام ہے

ترقی پسند مسلم لیگ قائم کرنے کے بعد مسٹر فضل الحق وزیر اعظم بنگال کہتے ہیں "مسلم لیگ پھر میرے معاملہ پر دوبارہ غور کرے۔"

اے! اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا!

مسٹر راجگوپال چاریہ اور دیگر اشخاص کے استعفوں سے مجلس مدراس کی چند نشستیں خالی پڑی ہیں! ایک خبر!

خانۂ خالی را دیو می گیرد

عجب نہیں کہ آئندہ کسی روز حکومت بہ نظر سہولت انتظام یہ فیصلہ فرما دے کہ ورنگل، میدک، اورنگ آباد اور گلبرگہ (۴) صوبوں کے عوض آندھرا، مہاراشٹرا اور کرناٹک کے صرف تین صوبے ہماری ریاست ابد مدت میں قائم ہیں (شیر دکن) انتظامی سہولت ہی کی خاطر تو حکومت نے چار صوبے قائم کئے ہیں مگر آپ کی دلی تمنا ہے کہ "قدیم بدری اساسی" پر حیدرآباد کو آندھرا، مہاراشٹرا اور کرناٹک کے تین صوبوں میں منقسم کیا جائے اور ان علاقوں کا نظم و نسق وہاں کی مقامی زبانوں میں چلایا جائے تاکہ مشترکہ زبان کا سوال ہی نہ پیدا ہو اور حیدرآباد کی سیاسی وحدت مستحکم نہ ہونے پائے۔ اگر آپ کے یہ منصوبے نہیں ہیں تو مسٹر رام کو مشورہ دو کہ صدر آندھرا کانفرنس کا خطبہ پڑھئے اور صدر مجلس کو ہدف ملامت بنانے کے بجائے اپنے گھر کے بھیدی کی خبر لیجئے۔

"بیشن میں اگر جنگل کی راہ لینا جس کی کانگریسی قرارداد میں دھمکی دی گئی ہے کانگریس کے لئے ہرگز مفید نہیں ہو سکتا۔"

(ڈاکٹر سید عبد اللطیف)

کانگریس اگر بھٹک کر جنگل کی راہ نہ لے تو کیا کرے۔ شہروں میں آج کل ہر طرف بلیک آؤٹ ہو رہا ہے اور گاندھی جی کی باطنی روشنی بھی گل ہو گئی ہے۔

ہندو مہاسبھا کا کبھی یہ منشا تھا اور نہ اب ہے کہ وہ خالص فرقہ وارانہ ادارہ ہے (ڈاکٹر مونجے)

مہاسبھا کی صرف اتنی خواہش ہے کہ فوج میں ہندوؤں کی تعداد ۵۰ فی صد سے کم نہ ہو اور مسلمانوں کی تعداد ۲۵ فی صد سے زیادہ نہ ہو۔ بعض اس بنا پر اس کو فرقہ وارانہ ادارہ کہنا حقیقت کا خون کرنا ہے۔

ہر حیدرآبادی نوجوان کو میرا یہ مشورہ ہے کہ وہ اپنی ساری توانائیوں کو بیدار کرے اور اپنے دست و بازو کو مضبوط بنائے اور ملکی ضروریات کو انجام دینے کے لئے تیار ہو جائے۔ اے، آر، پی اور فرسٹ ایڈ کے میدان نوجوانوں کے لئے کھلے ہوئے ہیں (اکاذ ملت)

اگر اے، آر، پی اور فرسٹ ایڈ کے میدان بھی نوجوانوں کو تنگ نظر آئیں تو انہیں چاہئے کہ بلوچستان اور سندھ کا سفر کریں اور حروں کی تاریخ اور پیر پگاڑو کے کردار پر تحقیق جیسی بھی ضرورت ہو مقالات لکھیں اور اگر اثنائے راہ میں فرصت ہو تو بلوچستان کے مشہور شہر کوئٹہ کی بھی سیر کریں کیونکہ وہاں کے باغات میں خوبانیاں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ درخت اس میوے سے لدے ہوئے رہتے ہیں۔ شفتالو اور زردآلو کے درخت بھی ہوتے ہیں اگر نوجوانوں نے یہ مراحل طے کر لئے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارا مستقبل روشن اور نوجوانوں کی زندگی کامیاب نہ ہو۔

"اگر کانگریس کو حقیقی اقتدار مل جائے تو ایسا دستور مرتب کیا جائے گا جو ہر طبقہ اور فرقہ کے لئے قابل قبول ہو"
(پنڈت گووند ولبھ پنت)

بالکل بجا ارشاد ہے۔ اگر کانگریس کو حقیقی اقتدار مل جائے جس میں پولیس اور فوج بھی شامل ہے تو کسی طبقہ یا فرقہ کی کیا مجال کہ کانگریس کے مرتب کردہ دستور کو قبول کرنے سے انکار کرے۔ اب ہمیں بھی یقین آ گیا کہ باہمی سمجھوتہ کی کوشش فضول ہے۔ ہم منتظر ہیں کہ کس وقت پولیس اور فوج کانگریس کے ہاتھ میں آتی ہے اور کس وقت کانگریس بلا شرکت غیرے دستور مرتب کر کے نافذ کرتی ہے (کہنہ بہارت کی جے)

بمبئی میں جلد غلہ فروخت کرنے والوں کی انجمن نے یہ طے کیا ہے کہ چونکہ تھوک فروش اجناس خوراک سرکاری مقرر کردہ نرخ پر نہیں دے رہے ہیں اس لئے تھوک فروشوں کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے ہڑتال کی جائے اور تھوک فروشوں کی دوکانوں پر جوکسی شروع ہو۔ ایک ... اگر جلد فروش ہڑتال شروع کر دیں تو عوام کو بھوک ہڑتال کرنی پڑے گی۔

اتحادی افواج کی واپسی کا مطالبہ

گاندھی جی کے توضیحات

بمبئی ۱۰ جولائی۔ بعض متعلقہ سوالات کا جواب دیتے ہوئے آج کے "ہریجن" میں مہاتما گاندھی نے لکھا ہے کہ اگر اتحادی افواج کی واپسی کے مطالبہ کے معنی ان کی یقینی شکست کے ہیں تو میرے مطالبہ کو چھوڑ دینا قرار دیا جانا چاہئے" وہ بیان کرتے ہیں کہ حالات بگڑ گئے ہیں یہ مطالبہ اور اس کے شرائط وجود میں آئی ہیں اس لئے یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ اتحادی افواج کی ہندوستان میں موجودگی کے زمانہ میں اس امر کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ عدم تشدد کی بنیادوں پر استبدادیت کا مقابلہ کیا جائے کیونکہ اب ہندوستان میں قطعی طور پر کوئی نہیں ہے آج یہاں یہ افواج ہم پر تمام باہر کا دھوکہ سے مستفید ہو رہے ہیں میرے مطالبہ کے تحت یہ افواج قوم کی شرائط کے تحت کام کریں گی۔

اگر برطانیہ کا اعلان صحیح ہے تو مجھے اس امر کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ افواج کی موجودگی حقیقی آزادی کے جذبہ کو کسی صورت انگل میں کیوں متاثر کرے کیا اہل فرانس سال گذشتہ فرانس میں برطانوی افواج کی موجودگی کے زمانہ میں ان سے بد دل تھے" مہاتما گاندھی آگے چل کر بیان کرتے ہیں کہ میری اسکیم کا تصور یہ ہے کہ یہی دو تین مقاصد کے لئے ان افواج کی ضرورت نہیں ہے اگر وہ ہمارے ملک کے سواحل کو چھوڑ کر روانہ ہو جائیں تو ہمیں توقع ہے کہ کسی نہ کسی طرح ہم سنبھال لیں گے۔ ہم عدم تشدد کی بنیادوں پر دفاع کا منظم کر سکتے ہیں اگر قسمت ہمارا ساتھ دے تو جاپانیوں کے لئے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ وہ اتحادیوں کی واپسی کے بعد بھی حالت میں اس ملک پر قبضہ کریں جب کہ وہ یہ معلوم کریں گے کہ ان کی یہاں ضرورت نہیں ہے اس مفروضہ سوال کے جواب میں کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ مسٹر سبھاش چندر بوس جرمنی اور جاپان کے ساتھ معاہدہ کر لیں جس کی رو سے ہندوستان کی آزادی کا اعلان کیا جائے اور محوری افواج برطانویوں کو بے دخل کرنے کے لئے ہندوستان میں داخل ہو جائیں تو ہندوستان کا کیا موقف رہے گا مہاتما گاندھی بیان کرتے ہیں کہ سبھاش چندر بوس کا یہ کہ جب ہندوستان کو سرحدی جنگ آزادی میں سے نکال کر ستانتال آگ میں دھکیل دے گا خیالی حالات کے امکان میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ قطب شمالی اور قطب جنوبی کے درمیان میرے مطالبہ کا تعلق تو بعض سے ہے مسٹر سبھاش چندر بوس کو اس کو بے دخل کرنے کے لئے جن محوری افواج کو لائیں گے جرمنی پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ ہندوستان کو غلامی سے آزاد کر دے"

اختتامی الفاظ میں مہاتما گاندھی بیان کرتے ہیں کہ ہندوستان سے موجودہ حالت میں غیر محقق اور بدخیالی امداد حاصل ہے کیونکہ اتحادین کو یہ پسند ہے آزاد ہندوستان چین کو وہ تمام اشخاص اور ساز و سامان روانہ کر سکتا ہے جو ان کو ضروری ہے چونکہ چین ایشیا کا ایک حصہ ہے اس لئے ہندوستان کے چین کے ساتھ جو تعلقات ہیں جن سے اتحادین غالباً حائل نہیں ہو سکتے اور جس کا وہ استحصال نہیں کر سکتے کون جانے کہ آزاد ہندوستان جاپان کو منصفانہ عمل کرنے کی ترغیب دینے میں چین کا معاون نہ بنے!

کرپس کا پیغام آخری لفظ ہے

برطانوی حکومت کے ہٹ جانے سے ملک درہم برہم ہو جائے گا

لندن ۱۰ جولائی۔ رائٹر کا لابی (پارلیمنٹ والا) نامہ نگار لکھتا ہے کہ کانگریس کی مجلس عاملہ کی قرارداد کے متعلق وائٹ ہال (دفتر وزارت ہند) کا طرز عمل یہ ہے کہ حکومت کی جانب سے پالیسی کی تبدیلی کا کوئی سوال نہ اٹھے گا کیونکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دو ہی پیدا ہوئے اور جاپانی حملہ کے لئے راستہ صاف کئے بغیر قرارداد کے مطابق حکومت اپنے اختیارات سے دستبردار نہیں ہو سکتی۔ سر اسٹیفورڈ کرپس نے جو پیشکش کیا ہے وہ نہایت جامع ہے جو کسی حالت اور زمانہ جنگ میں حکومت برطانیہ کی جانب سے ہندوستان کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

مجلس عاملہ کی قرارداد میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہندوستان سے برطانوی حکومت کے ہٹ جانے کے بعد ایک عارضی حکومت کو تشکیل دینے کے لئے ملک کے ذمہ دار مرد اور عورتیں متحدہ ہو جائیں گے" تجربہ کی روشنی میں وائٹ ہال میں ایسے امکان کو بالکل ناممکن خیال کیا جاتا ہے۔ ریاستوں کے قطع نظر جن پر کانگریس کا کوئی کنٹرول نہیں ہے (۱) ۹ کروڑ مسلمانوں اور (۲) ۵ کروڑ اچھوتوں کی جانب سے کانگریس پالیسی کی مخالفت کا ذکر ضروری ہے۔ مزید اس سے یہ واضح ہو گا کہ کانگریس کو ہندوستان سے اتنا سروکار نہیں ہے جتنا کہ ہندوستان پر کانگریس کے کنٹرول سے ہے۔

کانگریس کے اس مطالبہ کی نسبت کہ ہندوستان میں "برطانوی حکومت فوراً ختم ہو جانی چاہئے" یہ کہا جاتا ہے کہ وائسرائے کی اگزیکٹیو کونسل کے (۱۵) ارکان کے مقابلہ (۱۱) ہندوستانی ہیں اور سیول سروس کے اونچے عہدہ داروں میں ہندوستانیوں کی تعداد نصف ہے اور دوسرے سرکاری [illegible]

اور فوج میں ہندوستانیوں کا تناسب اس سے بھی بہت بڑھ کر ہے۔ مزید یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قرارداد میں یہ جو تجویز پیش کی گئی ہے کہ "ہندوستان حالت غلامی میں اپنی مدافعت کرنے میں کوئی موثر حصہ نہیں لے سکتا" میں ہندوستانی افواج کے شاندار ریکارڈ کو نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ ہندوستانی اپنی حالت غلامی میں ہی اب تک ۱۰ ۰ لاکھ رضاکاروں کو پیدا کیا ہے۔

روسیوں کی ہمت افزا تدابیر

دوسرے محاذ پر زور

لندن ۱۰ جولائی۔ اخبار "ہندو" مدراس کے نامہ نگار لندن کا بیان ہے کہ عوام تشویشناک دلچسپی کے ساتھ روسی محاذ پر رفتار جنگ کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مصر کے حالات سے کم زور دے رہے ہیں جہاں یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ جنرل آکنلک غنیم کو زیر کر دیں گے۔

بلاشبہ جرمنوں نے روسیوں کے خلاف ایک اہم مقام پر قبضہ کر لیا ہے اور ان کے نقصانات کا بہت زیادہ اندازہ لگانا چاہئے۔ ایسے نقصانات کا صرف اس وقت شمار کیا جائے جب کہ روسی بڑی محفوظ افواج اور دستوں اور کثیر اسلحہ کے ذریعہ حملہ کر سکیں اور ایسے موقع پر وہ غنیم پر ایک بالکلیہ کمزور حالت میں غلبہ حاصل کریں جس کے خیال میں جوابی جارحانہ اقدامات کے قطع نظر اس امر کا کوئی اثر نہیں کہ روسی جلد اس مفروضہ کی اساس پر کہ نازی پیشقدمی رک گئی ہے اپنے دفاعی اقدام کو وسیع پیمانہ پر جارحانہ اقدام سے مبدل کر سکیں گے۔ جہاں تک قابل فہم ہے وہ یہ ہے کہ روسیوں کو ہر اس حصہ زمین کے لئے جس کو جرمن حاصل کرنا چاہتے ہیں اپنے عام تدابیر جنگ سے قائم رہنا پڑے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ جنگی داؤپیچ کے دباؤ کے زیر اثر غنیم کو تھکا دینا چاہتے ہیں روسی جس طریقہ سے لڑ رہے ہیں اس سے اس امر کا یقین ہوتا ہے کہ کوئی پسپائی نہ ہو گی لیکن یہ فرض کرنا خطرناک ہے کہ روسی ان کے ملک کے علاقوں کے خلاف جتنے بھی حملے کئے جائیں ان کی غیر معین مقاومت کر سکتے ہیں اسی وجہ سے دوسرے محاذ کی تخلیق یا ضرورت پر جہاں جنگی طیاروں جہازوں کو زیادہ تعداد میں استعمال کیا جا سکتا ہے زیادہ زور دیا جا رہا ہے عموماً اتحادیوں کے جارحانہ اقدامات سے متعلق کوئی اظہار نہیں ہو رہا ہے لیکن یہ حقیقت ہے یہاں اور امریکہ میں دونوں جگہ ایک دوسرے محاذ کی تخلیق پر زور دے رہی ہے۔

پبلک کارکنوں کے مشاغل

پنڈت کاشی ناتھ راؤ ویدیہ صدر مہاراشٹرا کانفرنس جو مجلس عاملہ مہاراشٹرا کانفرنس کے خصوصی اجلاس میں شرکت کے لئے پربھنی گئے ہوئے تھے بلدہ واپس تشریف لائے رسوامی رامانند تیرتھ بھی بلدہ واپس آئے

---

۱۰ ر جولائی کو آریہ سماج کاچی گوڑہ میں شری شنکرجی کے بھجن اور شری کرن سنگھ کا اپدیش ہوا

مسز رادھا ودی ایچ جوشی معتمد عمومی ہند دیویا منڈل جو سنٹرل جیل حیدرآباد میں سزا بھگت رہے ہیں ان کے ساتھ سیاسی قیدیوں کا سلوک کرنے اور ان کو اخبار وغیرہ مہیا کرنے کے متعلق مسٹر راجیندر راؤ نے نائب ناظم کوتوالی اضلاع سے ملاقات کی۔

آریہ پرادیشک سبھا کے انتخابات عنقریب عمل میں آنے والے ہیں

مسٹر نریندر سکریٹری آریہ پرتی ندھی سبھا اور ونشا جبالی لاتور، احمدپور، اودگیر کے پرچار کے بعد بلدہ واپس آئے

مسٹر رام کوشیوتم راؤ صدر آندھرا مہاسبھا نے مسٹر پرجا کر راؤ معتمد آندھرا کانفرنس ضلع کمیٹی کریم نگر کو مجلس عاملہ آندھرا کانفرنس کی رکنیت کے لئے نامزد کیا۔

آریہ پرتی ندھی سبھا حیدرآباد کے سالانہ انتخابات ۱۰ ر اگست کو بمقام آریہ سماج سلطان بازار عمل میں آئیں گے

مسٹر بھیا صدر ادنیٰ ہندو مہاسبھا اور مسٹر وینکٹ سوامی وغیرہ آل انڈیا پست اقوام کانفرنس میں شرکت کے لئے ناگپور روانہ ہوئے۔

آندھرا کانفرنس کی مجلس عاملہ کے لئے حسب ذیل حضرات نامزد کئے گئے۔ مسٹر ایم۔ ہنمنت راؤ، مسٹر ایم۔ نرسنگ راؤ، مسٹر ایم۔ راجیندر راؤ، مسٹر ایم۔ نارائن ریڈی، مسٹر مجھی نرسون ریڈی، مسٹر چکلی بی راجیندر راؤ، مسٹر کے ایم جوامی راؤ، مسٹر پی۔ رام کشن راؤ، مسٹر سریوامی ریڈی، مسٹر نرسنگ راؤ، مسٹر سوریا پرکاش راؤ، مسٹر رام کرشنا شاستری۔

مجلس عاملہ سنگٹھن ہستی دلسلمین کا ایک جلسہ ۱ ر شہریور کو نواب بہادر یار جنگ بہادر کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں کانگریس کی مجلس عاملہ کی قرار داد پر غور ہوتا رہا۔

مجلس اتحاد المسلمین چیچل گوڑہ نے اپنے سالانہ اجلاس کی تقریب میں ایک عشائیہ ترتیب دیا تھا جس میں نواب بہادر یار جنگ بہادر کے علاوہ ارکان عاملہ اور دیگر مہمان شریک تھے

ریل کا سفر

"سفر ایک احمق کی جنت ہے"

ایمرسن نے کہا تھا کہ سفر ایک احمق کی جنت ہے اس کا قول ایک عام حقیقت پر روشنی ڈالتا ہے جس کی دوسروں نے مخالفت بھی کی ہے۔ لیکن آج کل کی جنگ پسند دنیا میں اس کی صداقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ خاص کر ایسی صورت میں جبکہ سفر کا ذریعہ ریل ہے۔ کیونکہ ریلیں چاہے زمانہ امن میں ان کا مقصد کچھ ہی ہو زمانہ جنگ میں اہم ترین خدمات انجام دیتی ہیں۔ وہ منتقل ذرائع سے ہیں جو ہماری فوجوں کو ہر اس چیز سے جو ان کے لئے لابدی ہے زندگی بخشتی ہیں۔ اور غیر ضروری سفر کے ذریعہ ہی انتشار ڈال تباہی کا سامان کرتا ہے۔

عادت ترک کیجئے

امن کے زمانہ میں ہمیں تفریح یا کاروبار کے سلسلہ میں ریل سے سفر کرنے کی عادت سی پڑ گئی تھی اور اس ضمن میں ہماری حوصلہ افزائی بھی کی گئی۔ لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے اور اس کے ساتھ ہماری عادتوں کو اور خود ہم کو بھی بدل جانا چاہئے ہم کو زندگی کے ان جدید حالات سے ہم آہنگ ہو جانا چاہئے جو جنگ نے ہم پر عاید کئے ہیں ورنہ ہم تباہ ہو جائیں گے۔ ہماری بقا کے لئے تبدیل شدہ حالات اور واقعات سے ہماری ہم آہنگی ضروری ہے۔ قانون فطرت اس کا متقضی ہے اور اگر ہم اس میں ناکام رہیں تو قانون فطرت سفاک اور بے رحم ہے اس کی بے رحمی نازیوں اور جاپانیوں کی مجموعہ بے رحمی سے بھی زیادہ ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ نہ صرف اپنی خاطر بلکہ قوم کی خاطر زندگی کے تبدیل شدہ حالات سے ہم آہنگ ہو جائیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ریل سے سفر کرنے کی عادت ترک کر دیں بجز ان صورتوں کے جبکہ سفر بالکلیہ ضروری ہو۔

اپنے آپ سے پوچھئے

جب کبھی کسی مقام کو ریل سے سفر کرنے کا سوال پیدا ہو تو ہمیں اپنے آپ سے پوچھنا چاہئے کہ کیا ہم اپنا کاروبار خط کے ذریعہ چلا سکتے ہیں۔ یا اگر بہت ضروری ہو تو تار کے ذریعہ۔ یا سریع تر صورت یہ کہ ٹیلیفونی پیام کے ذریعہ اگر شخصی ربط کا عنصر موجود ہو۔ اور اب جبکہ حیدرآباد ٹرنک لائن سے مربوط ہو چکا ہے اس شہر کے رہنے والوں کے لئے ہندوستان کے دوسرے شہروں اور کاروباری مراکز سے ربط قائم کرنے اور ریل کو جنگی کاموں کے لئے آزاد چھوڑنے میں کوئی دشواری نہ ہونی چاہئے اپنے آپ سے یہ سوال پوچھنے کے بعد نوے فیصدی توقع اس کی ہے کہ آپ محسوس کریں گے کہ ایک خط یا ٹرنک ٹیلیفون پیام کافی ہو جائے گا اس طرح آپ نہ صرف ریلوں کو زیادہ اہم اور ضروری کاموں کے لئے آزاد چھوڑ دیں گے بلکہ ضمناً کافی روپیہ کی کفایت کریں گے اور اس تکلیف سے بچ رہیں گے جو اس زمانہ میں ریل کے سفر سے پیدا ہوتی ہے اس کے برخلاف اگر کاروبار اس قدر ضروری ہوں کہ آپ کی موجودگی قطعاً ضروری ہو تو مجبوراً حکومت کی زیر حفاظت رہنے والے ایک شہری کی حیثیت سے آپ کو یہ رعایت حاصل ہوگی جو بعض غیر ممالک میں حاصل نہیں کہ آپ جنگ کے باوجود سفر پر روانہ ہوں۔ لیکن جب آپ سفر کر رہے ہوں تو یاد رکھئے کہ بھاری سامان بھی ساتھ نہ ہو۔ اس کی وجہ سے آپ کے ہم سفر ساتھیوں کو تکلیف ہوگی۔ کیونکہ جگہ محدود ہوتی ہے

ریلوں کی اہمیت

حیدرآباد میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو ریلوں کی اہمیت اور اس کام کی نوعیت کو جو ان سے لیا جاتا ہے محسوس کرتے ہیں انہیں فوجوں کو ایک جنگی مرکز سے دوسرے مرکز کو لیجانا پڑتا ہے۔ اور اچانک جنگ کے اس زمانہ میں کمترین جنگی اہمیت رکھنے والے مقامات بھی خاصی اہمیت حاصل کر لیتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دشمن کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے ریلوں کو ان مقامات پر فوجیں لے جانا ہوتا ہے نیز ان کو محاذوں پر جنگی مرکزوں پر اور ہر ایسے مقام پر جہاں ہماری فوجیں مقیم ہوں اسلحہ سامان خورد و نوش اور ذخائر فوج کو منتقل کرنا ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ ریلوں کے ذمہ ہماری پیداواری مرکزوں پر بھاری مشنری منتقل کرنے کا اہم کام بھی ہے جو ہمارے ملک کی مدافعت سے اتنا ہی قریبی تعلق رکھتا ہے جتنا کہ ہماری فوجی طاقت۔ اس سے رفتار پیداوار میں اتنی ترقی ممکن ہو سکے گی جو ہماری وسعت پذیر بری اور ہوائی فوجوں کی روز افزوں ضروریات کی تکمیل کر سکے۔

ہمارے دشمن ریلوں کی اہمیت سے پوری طرح واقف اور اسلئے وہ ہمیشہ ریلوے نظام کو درہم برہم کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ یاد ہوگا کہ فرانس کے ہتھیار ڈال دینے اور دوسرے یوروپی ممالک کے الحاق سے قبل نازی فوجوں نے اہم ریلوے جنکشنوں پر قبضہ کر لینے کے سوا کیا کچھ نہیں کیا وہ جانتے تھے کہ اگر یہ مراکز ان کے قابو میں آ جائیں تو فوجی امداد کے سب سے موثر ذرائع درہم برہم ہو جائیں گے اور مدافعت ختم ہو جائیگی۔

آج کل بھی ہم روس میں نازیوں کی ان مسلسل کوششوں کا ذکر سنتے رہتے ہیں جو ریلوں کے جنکشنوں پر قبضہ جمانے کے لئے کی جا رہی ہیں اور ہمیں روسیوں کی بے جگرانہ مقاومت کا حال بھی معلوم ہوتا رہتا ہے اگر ہم حیدرآباد میں ریلوں کو فوجی مقاصد کے لئے آزاد چھوڑنے کے بجائے ان کے غیر ضروری استعمال پر مصر رہیں تو گویا ہم خود اپنے گھروں کی حفاظت اور اپنے ملک کی مدافعت کو سخت خطرہ میں ڈال رہے ہیں۔

ترقی نظام ساگر کی اسکیم

تعلیم یافتہ بیروزگاروں کی نوآبادی

مجلس ترقی نظام ساگر نے جو حال ہی میں حکومت سرکار عالی کی جانب سے قائم ہوئی ہے نظام ساگر کے ماتحت رقبہ میں زرعی تحقیقات کے لئے ایک اسکیم منظور کی ہے جس کے سالانہ مستقل اخراجات (۵۰،۰۰۰) روپے ہوں گے علاوہ ازیں (۳۰،۰۰۰) روپیوں کی غیر مستقل رقم صرف کرنی ہوگی۔ اسکیم کا پہلا مقصد یہ ہے کہ نظام ساگر پروجکٹ کے ماتحت علاقہ میں زمین کی سروے کی جائے۔ اس اسکیم کے تحت جو عملہ مقرر ہوگا وہ مواضعات کا دورہ کرکے وہاں کی پیداوار کی مختلف اقسام، علم طبقات الارض کے مطابق وہاں کی زمین کی نوعیت اور زیر زمین پانی کی سطح کے متعلق معلومات فراہم کرے گا۔ دورہ کے زمانہ ہی میں وہاں کی زمین کی تحقیق بھی کی جائے گی اور موضع کے نقشہ میں تفصیلی نوٹ کے ساتھ اس کی روشنی میں مختلف زمینات کی خصوصیات درج کردی جائیں گی۔ اس سروے سے نہ صرف علاقہ متعلقہ کی باقاعدہ زرعی ترقی کے لئے ضروری معلومات فراہم ہو جائیں گی بلکہ زیر زمین پانی سے پیدا ہونے والے مادے مثلاً چونے کے اثر کا زمین پر بھی پتہ چل جائے گا۔

اس علاقہ میں جو چاول اگایا جاتا ہے اس کی مقدار پیداوار اور نوعیت کی اصلاح کے لئے خاص کوششیں عمل میں لائی جائیں گی۔ اس سلسلہ میں چاول کی جو مختلف اقسام فی الوقت کاشت کی جاتی ہیں ان کی تحقیقات کی جائے گی۔ اور انہیں باضابطہ طور پر اصلاح دینے کا کام شروع کیا جائے گا۔ دھان کاشت کی نسبت تجویز یہ ہے کہ رودور کے تجرباتی مزرعہ میں دو قطعات پر جو ایک ایکڑ پر مشتمل ہوں گے اس مسئلہ کا تجربہ کے ذریعہ مطالعہ کیا جائے گا۔

علاقہ نظام ساگر میں میوے کی کاشت کو فروغ دینے کی کوششیں بھی تیز تر کر دی جائیں گی۔ کئی سال پہلے ہی سے رودور کے سرکاری تجرباتی مزرعہ کے زیر نگرانی باغ میں کام ہو رہا ہے اس وقت یہ سرکاری کام ادھا ایکڑ سے کم رقبہ میں ہو رہا ہے۔ ناگپوری سنترے، واشنگٹن نیول قسم کی نارنگیاں، دکن اور بمبئی کے مختلف قسم کے آم، الہ آبادی جام، بیسرم کے انجیر وغیرہ کی کاشت کی جانب ان دنوں سے جو توجہ مائل ہوئی ہے وہ باغبانی کے شوقین لوگوں کو ارزاں قیمت پر فروخت کردیا جاتا ہے۔

چند سال پہلے نظام ساگر کے تحت علاقہ میں کاشتکار آباد کرنے کی اسکیم حکومت سرکار عالی نے منظور کی تھی۔ اب اس اسکیم کو تقویت پہنچانے کے لئے ایک اسپیشل رکروٹنگ آفیسر مقرر ہوا ہے۔ عہدہ دار مذکور تعلقہ جات نظام آباد، بودھن، بانسواڑہ اور آرمور میں خارج از کھاتہ زمینات کے متعلق اعداد و شمار فراہم کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں ابتدائی سروے اور ایک حد تک رعایت کی مدت، داخل کردہ رقوات اور قسم زمین کی خصوصیات دی گئی ہیں۔ اس طرح ہر موضع کے لئے الگ رجسٹر تیار کیا گیا ہے۔ ہر موضع کے نقشہ میں جو صراحت درج ہے تیار کیا گیا ہے "خارج از کھاتہ" زمینات کی سرخی سے نشان دہی کی گئی ہے تاکہ عوام کو معلوم ہو جائے کہ وہ کہاں کہاں آباد ہو سکتے ہیں۔

آبی کے وقت بسائے ہوئے مرکز

اس سال کی ابتداء میں ان "خارج از کھاتہ" قطعات میں سے بعض کو منتخب کرکے کاشتکاروں کو بسایا گیا۔ اب ان قطعات نے مواضعات کی شکل اختیار کرلی ہے۔ یہ قطعات کاسٹ پلی متعلقہ بانسواڑہ، اکبر نگر متعلقہ بودھن، مکلور متعلقہ نظام آباد اور کرمن پلی، ڈونگل اور اینا پور متعلقہ آرمور میں واقع ہیں۔ ان میں مکلور قدیم موضع تھا۔ اب اس کی توسیع ہوئی ہے اور مواضعات اینا پور اور اکبر نگر ابھی پورے طور پر آباد نہیں ہوئے ان مرکزوں کے علاوہ مختلف مقامات پر خصوصاً متعلقہ بودھن میں بھی لوگوں کو بسایا گیا ہے۔ بودھن میں "خارج از کھاتہ" زمینات کے وسیع رقبے موجود نہیں ہیں۔

تابی فصل میں بسائے جانے والے مرکز

تابی فصل کے وقت ضلع میدک سے کئی لوگ آکر متعلقہ جات بانسواڑہ اور بودھن میں بس گئے ہیں کیونکہ یہاں تابی فصل کے لئے بھی پانی مل سکتا ہے اس طرح حسب ذیل مرکز آباد ہوئے متعلقہ بانسواڑہ میں بورلم، گدم پور، گلی پور اور ترلی پور متعلقہ بودھن میں بودھن اور سورلی۔

اس طرح لوگوں کو بسانے کا مقصد یہ ہے کہ تلنگانہ کے اضلاع کریم نگر، میدک اور محبوب نگر کے ضلع ناندیڑ سے جہاں گنجان آبادی ہے لوگوں کو دوسری جگہ منتقل کیا جائے۔

موجودہ اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ جن کے پاس زمینات نہیں انہیں زمینات دی جائیں اور جو غریب و محتاج ہیں انہیں مکان مل جائے محسوس کیا گیا ہے کہ محض کاشتکاروں اور زرعی مزدوروں کو بسانے سے اس علاقہ کی ترقی مکمل نہیں ہو جاتی۔ اس لئے اسکیم میں معمولی سی تبدیلی کی گئی ہے تاکہ عوام کو امداد باہمی کے اصول نیز دیگر طریقوں سے کاشتکاری کرنے کی ترغیب ہو اور اضلاع کی دیہی زندگی کی جو جدید تنظیم عمل میں آئی ہے اس سے رعایا مانوس ہو جائے۔ انہی مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے سابقہ فوجیوں اور تعلیم یافتہ بیروزگاروں کی نوآبادیاں قائم کرنے کی اسکیمیں مرتب کی گئی ہیں۔

نظام ساگر کے ماتحت رقبہ میں سابقہ فوجیوں کو بسانے کے سلسلہ میں قواعد مرتب ہو چکے ہیں جو زمینات کی تقسیم اور حقوق قبضہ و تصرف وغیرہ سے متعلق ہیں۔ افواج باقاعدہ سرکار عالی کے سابقہ فوجیوں کی نوآبادی کے لئے متعلقہ بودھن کے مواضعات ناگے پور جاگے پلی اور کوٹاگیری میں (۱۲۰۰) ایکڑ زمین مختص کر دی گئی ہے۔ نو آبادی موسوم سلطان نگر کی تعمیر جاری ہے (۹) سابقہ فوجیوں کی جماعت رودور کے مزرعہ میں تربیت پانے کے بعد اب متعلقہ بودھن کے مواضعات ابراہیم پور اور کوٹنداپور میں مولوی احمد علی خان صاحب اور مولوی اکرام علی خان صاحب کے خانگی مزرعوں میں عملی تربیت حاصل کر رہی ہے۔

تعلیم یافتہ بیروزگاروں کی نوآبادی قائم کرنے کی اسکیم پر بھی حکومت خاص توجہ مبذول کر رہی ہے اس غرض کے تحت (۲۰۰۰) ایکڑ زمین متعلقہ نظام آباد میں مختص کردی گئی ہے محکمہ مال نے بھی سالانہ (۵۰،۰۰۰) روپیوں کے مصارف سے ان نوآبادیوں کے لئے (۲۰۰) مکانات تعمیر کرنے کی تجویز قبول کرلی ہے۔ اس سال رقم میں زیادہ گنجائش نہ ہونے کے باعث صرف (۴۰،۰۰۰) روپیہ عطا کئے گئے ہیں۔ جدید نوآبادیوں میں ضروریات زندگی فراہم کرنے کے (۲۰،۰۰۰) روپیوں کی مزید رقم منظور ہوئی ہے۔ اس وقت تک (۳۹،۰۰۰) روپیوں کی لاگت سے اس قسم کے مختلف مرکزوں میں (۲۰۵) مکانات تعمیر ہو چکے ہیں۔ مزید (۵۲،۰۰۰) روپیوں کے اخراجات سے باولیاں کھودی گئیں اور (۱۲،۰۰۰) روپیوں کے مصارف سے معاون سڑکیں اور چند پلوں کے راستے بنائے گئے ہیں۔

اتحاد کے بغیر آزادی ممکن نہیں

(بقیہ صفحہ (۱))

کیونکہ دس کروڑ مسلمانوں کو بھی مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

سمجھوتہ ضروری ہے

راجہ جی لوگوں کو یہ ترغیب دے کر کہ صوبہ جات کے حق خود ارادیت کو تسلیم کرلیا جائے اتحاد ہند کے لئے ایک بیش بہا خدمت انجام دے رہے ہیں مگر کس قدر افسوس کی بات ہے کہ کانگریس میں ان کے لئے زندگی کو ناممکن بنا دیا گیا ہے۔ کانگریس کی اسمبلی پارٹی میں ان کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پیش کی جارہی ہے اور راجہ جی جیسے تجربہ کار لیڈر کو اس پارٹی کی قیادت سے محروم کیا جارہا ہے ان آمرانہ ہتھکنڈوں کی وجہ سے ان کو کانگریس اور مدراس اسمبلی سے استعفا دینا پڑ رہا ہے۔ ابھی حال میں گاندھی جی نے آزادی تقریر کی خاطر (۲۵) ہزار محب افراد کو جیل بھیج چکے ہیں لیکن کیا یہ قدرت کی ستم ظریفی نہیں کہ اسی حق سے اب راجہ جی اور ان کے رفقاء کو محروم کیا جارہا ہے۔

ان حالات کے تحت میرے لئے کانگریس میں رہنا ناممکن ہے اور میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ اپنا باقاعدہ استعفا صوبہ داری کانگریس کمیٹی کے نام چار تاریخ کو روانہ کردوں۔ اسی روز راجہ جی بھی استعفا دے رہے ہیں۔ چونکہ میں ایک مسلمان ہوں اس لئے صوبہ جات کے حق خود ارادیت کو موثر طریقہ پر تسلیم کرانے کی کوشش مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے کرسکتا ہوں اور میں نے مسلم لیگ میں شریک ہونے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ میں یہ قدم اس لئے اٹھا رہا ہوں کہ میں اپنے وطن کو اور اس کی آزادی کو بہت عزیز رکھتا ہوں اور کانگریس کو یہ جتا دینا چاہتا ہوں کہ ہندو مسلم اتحاد کے بغیر آزادی حاصل نہیں ہو سکتی اور فی الحال پیدا کرنے کا صرف ایک طریقہ یہ ہے کہ کانگریس اور مسلم لیگ میں بہرقیمت سمجھوتہ ہو جائے۔

حیدرآباد کی معاشیات

بقیہ سلسلہ صفحہ ۹

کارخانہ داروں کو آزادانہ ہمارے وسائل سے فائدہ اٹھانے دینا چاہئے۔ جب کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے (۲۱) اراکین نے ان مصنوعات کو جو ضروریات عامہ تصور کئے جاتے ہیں اور جو اس وقت تک بیرونی اثرات کے تحت تھے ایک قومی بنیاد پر قائم کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے مزدوری، امور اور صنائع وغیرہ کی قسم سے پارچہ کی تجارت میں ہم اپنی قوت خرید میں ہر سال مجموعی طور پر کم از کم ایک کروڑ روپیے کا نقصان برداشت کررہے ہیں۔

مقامی پیداوار کا لحاظ کرتے ہوئے ہمارے غلہ کی حالت زیادہ اطمینان بخش ہونی چاہئے تھی لیکن ۱۳۴۶ف کے اعداد سے واضح ہوتا ہے کہ اس سال ۲۲۵ لاکھ روپیے کا غلہ درآمد کیا گیا اور صرف ۲۳۹ لاکھ روپیہ کا غلہ برآمد ہوا۔ یعنی بعد وضعات قیمت برآمدہ مال کی قیمت ۹۶ لاکھ روپیہ ہوتی۔ خالص برآمد شدہ جوار اور جوار کے آٹے کی قیمت ۱۱۴ لاکھ روپیے تھی اور خالص درآمد کردہ چاول کی قیمت ۷۷ لاکھ روپیے تھی۔ بشمار ۴۷-۱۹۴۶ء تک ہندوستان میں ۳۴۳۰۱۰ لاکھ ٹن چاول کی خالص درآمد ہوئی اور اس ریاست کی حالت بھی اسی مناسبت سے ہے۔ دیگر اجناس کی تجارت میں حکومت کو دخل دینے کی چنداں ضرورت نہیں لیکن چاول کی نسبت خاص طور پر توجہ کرنی چاہئے کیونکہ چاول جیسی اہم جنس کے لئے بیرونی ممالک کے تابع رہنا خطرناک ہے۔ چاول کی کاشت کے لئے زیادہ زمین درکار ہے امریکہ نے پیداوار کی نگرانی کے لئے جو قوانین حال ہی میں تیار کئے ہیں ان کی تقلید سے ہماری حکومت کو فائدہ اٹھانا چاہئے۔

ہمارے ملک کے روغنی تخم کی حالت ویسی ہی ہے جیسی کہ روئی کی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تیار شدہ اشیاء کی درآمد اتنی ناقابل برداشت نہیں ہے جتنی کہ سوتی اشیاء کی ہے۔ ۱۳۴۶ف میں ہمارے ملک نے ۲۰۶۰۵ لاکھ روپیہ کے روغنی تخم ۱۱۰۴ لاکھ روپیہ قیمت کے بناسپاتی روغنیات اور ۴۴ لاکھ روپیہ کی کھلی خالصتاً برآمد کی۔ کشیدگی روغن کے لئے ملک سے روغنی تخم کا بیرون ملک برآمد ہونا تعجب خیز امر ہے۔ بجائے روغنی تخم کے اگر روغنیات برآمد کئے جائیں تو دونوں کے لئے مفید ہوگا۔ فروخت کنندہ کو کھلی جیسی ذیلی پیداوار کی بچت ہوتی ہے اور خریدار کو اس کے اخراجات حمل و نقل میں بچت ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں مقامی مزدوروں اور سرمایہ داروں کے لئے ایک نیا میدان عمل آئے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ بیرونی ممالک کے تاجر تیار مال حاصل کرسکیں گے جس کی وجہ سے ان کی جلد سے جلد بکری ہوسکے گی۔ حیدرآباد میں ناریل کی کاشت کی آسانیوں کے باوجود ۲۰ء۱۳ لاکھ روپیہ کا روغن ناریل درآمد ہوتے ہوئے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ آج کل مشرق کے لئے زیادہ تر بناسپاتی روغنیات استعمال ہورہے ہیں اس لئے ان روغنیات کا مستقبل بہت شاندار نظر آتا ہے۔

سمنٹ اور کوئلہ کی صنعت نے حکومت کی سرپرستی میں کافی ترقی کی ہے گو یہ کارخانے مشترکہ سرمایہ سے چلائے جاتے ہیں۔ لیکن [illegible] کے مقابلہ میں ان کارخانہ جات کی ترقی قابل ذکر ہے۔ کاغذ اور صابن کے کارخانے حال ہی میں قائم ہوئے ہیں یہی حال شکر سازی کا بھی ہے اس وجہ سے ان کے مستقبل کے متعلق کسی قسم کی پیشین گوئی کرنا قبل از وقت ہوگا۔ لیکن ان احاطات میں بھی سرکاری امداد کی کمی نہیں ہے۔ چائے، تمباکو، تجارتی الکوہل، چرم تماشی شدہ اور ادویات کی تیاری میں بہت کچھ ترقی کے امکانات ہیں۔ گو سرکاری اور امدادی کارخانوں کا فرق معلوم کرنا آسان نہیں۔ تاہم حکومت کو ان تجارتوں میں جلد سے جلد رہنمائی کرنے کے موقع کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ ہمارے ملک میں سالانہ ۲۰ لاکھ روپے کا نمک درآمد ہوتا ہے۔ حالانکہ ضلع رائچور اور گلبرگہ میں نمک کی کافی مقدار موجود ہے۔ ان اضلاع میں ہزارہا کاشتکار نمک سازی کے کام سے بخوبی واقف ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بابا بڈھن ریاست میسور کو پہلی مرتبہ کافی کا درخت لائے اور آج کل اس ریاست میں کافی کی کاشت اچھی خاصی ترقی کرچکی ہے۔ ہمارے ملک کے پہاڑی حصوں میں چائے کی کاشت کے امکانات موجود ہوں گے اور تاوقتیکہ حکومت بطور خاص متوجہ ہوکر عملی تجربہ نہ کرے اس سے مایوس ہوجانا بے وجہ ہے۔ گل مہوہ سے تجارتی الکحل تیار کیا جاسکتا ہے۔ ہمارے ملک میں ۲۰۰ لاکھ گیلن پٹرول ہر سال درآمد کیا جاتا ہے۔ اس وقت صوبہ متحدہ و ریاست میسور میں تجارتی الکحل کی تیاری اور اس کا استعمال سواریوں میں شروع ہوچکا ہے۔ کم از کم اب تو ہمیں قطعی طور پر بیدار ہوجانا چاہئے ہمارے ملک میں سگریٹ کی درآمد بھی بہت کثیر ہوتی ہے۔ ہمارے اکثر عہدہ دار ملکی مال کے استعمال کی ترغیب کی خاطر اعلانات جاری کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت بھی جب کہ ان اعلانات پر دستخط کرتے ہیں ان کے ہاتھ میں غیر ملکی سگریٹ جلتا رہتا ہے۔

کام کی اچھی ابتداء ہی نصف کام کی تکمیل کے برابر ہوتی ہے۔ ریلوے، ریلوے موٹر سرویس اور برقی قوت پیدا کرنے میں حکومتی انتظام بہت ہی فائدہ مند ثابت ہوچکا ہے۔ کیونکہ اس سے تعلیم یافتہ و غیر تعلیم یافتہ دونوں طبقوں کی بے روزگاری ایک حد تک کم ہوگئی ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ عوام مزید محصولات کے بار سے سبکدوش ہوگئے ہیں۔ ان راہوں پر جو کامیابی حاصل ہوچکی ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ دوسری اہم مصنوعات کو بھی قومی پیمانہ پر ترقی دی جائے۔ اور ایسا کرنے کا واحد اور بہترین ذریعہ حکومت ہی ہوسکتی ہے۔ اگر حکومت ان چیزوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر کام شروع کردے تو اس کی سالانہ آمدنی میں معتدبہ اضافہ ہوجائے گا۔ اور ساتھ ہی ساتھ مسئلہ روزگاری بھی ایک حد تک دور ہوسکے گا نہ صرف یہ بلکہ انفرادی آمدنی پر لگان عائد کرنے اور مسئلہ بے روزگاری کو حل کرنے کے لئے ایک جدید محکمہ قائم کرنے کی چنداں ضرورت باقی نہ رہے گی۔

ہمارے سامنے ریاست ہائے متحدہ امریکہ بہترین مثال کے طور پر موجود ہیں جہاں موجودہ بین الاقوامی حالات اور جنگ کے قطع نظر سب سے بڑے تجارتی بنک کا کام بھی وفاقی حکومت ہی کرتی ہے۔ وہ قومی سرمایہ سے ایسی مصدقہ ٹھیکہ داریجنسیوں کو مدد دیتی ہے جو ملک کی ترقی کے تحت کام کرتی ہیں۔ موجودہ صدر روزولٹ کو میزانیہ میں خسارہ آنے کی مطلق پرواہ نہیں ہے صرف مقصد کا اعلان اور مستقل وزارت پر بین الاقوامی تجربہ رکھنے والی شخصیت کا تقرر عوام کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے کافی ہے طریقہ کار و ضروری ذرائع خود بخود عمل پیرا ہوجاتے ہیں۔ ایک ریاستی بنک کے لئے جس کی حال ہی میں منظوری دی گئی ہے۔ وہ خود اس مقالہ کے استدلال کو اور بھی قوی بنا دیتی ہے۔

اعلیٰحضرت حضور پرنور کا اکتیس سالہ دور حکومت

بقیہ سلسلہ صفحہ (۲)

ملک میں آمد و رفت اور حمل و نقل کی سہولت کے لئے صدہا میل لانبی سڑکیں اور سیکڑوں پل تعمیر کئے گئے۔

محکمہ آرائش بلدہ نے آبادی کی اصلاح سڑکوں کی ترتیب شہر کی آرائش اور غریب رعایا کے لئے سکونتی مکانات کثرت سے تعمیر کر کے شہر کو بارونق بنا دیا۔

شعبۂ آبپاشی نے اس عہدہ مسعود میں وسیع خزانے آب کی تعمیر کئے اس کی مثال سلطنت آصفیہ کی تاریخ کوئی دور پیش نہیں کر سکتا۔ نظام ساگر سے کتاب سرکار عالی کے دو لاکھ پچھتر ہزار ایکر اراضی سیراب ہوتی ہیں حمایت ساگر اور عثمان ساگر دار السلطنت کے لئے پینے کا پانی فراہم کرتے ہیں۔ اول الذکر کا پانی آبپاشی کے بھی کام آتا ہے۔ ان کے علاوہ پوچارم نہر نہر پالیر۔ سنگ بھدرا، پالم، پال مرچیڈ اور نارائن پور ایسے خزانے ہیں جس سے تعمیری فیضان کے چشمے اہل ملک کے لئے جاری ہیں۔

ریلوے۔

دور عثمانی سے قبل اور اس کے کچھ دنوں بعد تک ممالک محروسہ سرکار عالی میں کمپنی کی ریلوے کام کر رہی تھی۔ جو نظامس گارنٹیڈ اسٹیٹ ریلوے کے نام سے مشہور تھی ۱۹۳۰ء میں سرکار عالی نے ریلوے کو کمپنی سے خرید لیا اور اب یہ کلیتاً سرکار عالی کی ملکیت ہے۔ دور عثمانی میں جو اہم ریلیں قائم کی گئیں ان کی تفصیل یہ ہے۔ کاضی پیٹھ تا بلہار شاہ (۲۰۱) میل سکندرآباد تا کرنول (۲۰۰) میل وقارآباد تا بیدر (۲۶) میل جنکالی پیٹھ تا بودھن (۱۰۰) میل قاضی پیٹھ بلہار شاہ لائن کے کھل جانے سے دہلی اور مدراس کے مابین تقریباً پونے چار سو میل کی مسافت گھٹ گئی۔

اصلاحات۔

حضرت ظل سبحانی کے عہدہ کا ایک اور زرین کارنامہ دستوری اصلاحات کا اعلان ہے حضرت بندگان عالی کو اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کا بڑا خیال ہے حکومت کی جد وجہد میں رعایا کو زیادہ سے زیادہ دلچسپی پیدا کرنے کے لئے ۱۹ جولائی ۱۹۳۹ء کو دستوری اصلاحات کا اعلان کیا گیا جو اپنے خصوصیات کے لحاظ سے نہایت اہم ہے۔ ان اصلاحات کے تحت ایک مجلس وضع قوانین قائم کی جائے گی جس میں منتخبہ ارکان کی اکثریت ہوگی مقننہ اور دوسرے اداروں کی نمائندگی کے لئے ارکان کے چناؤ کا طریقہ مفاداتی اور مخلوط ہوگا۔ مذہبی امور، نیز امور تعلیمات، صنعت اور صنعت و حرفت کے لئے آئینی مشاورتی کمیٹیاں قائم ہوں گی جو صدر المہام متعلقہ کو اپنے مشورے دیا کریں گی۔ حیدرآباد سیول سروس کی تنظیم اور جدید تقررات کے لئے ایک پبلک سرویس بورڈ قائم ہوگا پنچایتوں کا قیام عمل میں آئے گا۔ اور موجودہ مجالس اضلاع کو وسیع کیا جائے گا۔

جب یہ اصلاحات پورے طریقے پر نافذ ہو جائیں گے تو اس کے تحت سوا (۱) مجالس اضلاع (۲) مجالس جاگیری و (۳) مجالس جدید اور (۴) پنچایتیں ہوں گی۔ رعایا کی ضروریات کو معلوم کرنے کے لئے سالانہ ضلع کانفرنسیں منعقد ہوا کریں گی۔

چنانچہ اس سلسلہ میں پہلا قدم اٹھایا جا چکا ہے۔ اور گذشتہ مہینے چار اضلاع میں یہ کانفرنسیں بڑی کامیابی کے ساتھ منعقد ہوئیں۔

مذہبی امور کی مشاورتی کمیٹی کے قیام سے متعلق حضرت بندگان عالی نے جریدہ غیر معمولی میں جو جشن بہار ارشاد فرمایا ہے اسے آپ کے گوش گذار کرتے ہوئے اس تقریر کو ختم کرتے ہیں۔ حضور پرنور ارشاد فرماتے ہیں کہ

"...میں نے اپنی تخت نشینی کے وقت سے اجتماعی اداروں کے قیام کو شخصی ذرائع پر ترجیح دی ہے۔ امور مذہبی کے لئے ایک ایسی کمیٹی جس میں دونوں بڑے فرقوں کی نمائندگی ہو خود میری اس ذاتی خواہش کو پورا کرتی ہے جو ان امور کی نسبت ایک ایسے ہی ادارے کے قیام سے متعلق رہی ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ کمیٹی مختلف فرقوں کے درمیان خوش دلی اور باہمی رواداری کی ان روایات کو برقرار رکھے گی جو دکن میں دو دمان آصفی کے طویل دور حکومت کا طرہ امتیاز رہی ہیں۔ مجھے توقع ہے کہ یہ کمیٹی سرکار عالی کو جو مشورہ دے گی وہ ایسے اتفاق رائے پر مبنی ہوگا جو آپس میں مکمل بحث مباحثہ کے بعد حاصل ہو"

اشتہار

از محکمہ عدالت دیوانی منصفی تعلقہ عادل آباد ضلع عادل آباد

باجلاس پنڈت چندر کانت راؤ جج بی۔ یس منصف تعلقہ عادل آباد

۱۳۵۱ ف

مدعی		مدعی علیہ
گنڈہ گوپیدم	بنام	ییس جناجنا

دعوے دلایائے زر نقد سالانہ مع سود

بنام

ییس راجنا دار زر سلو قوم کلوال عمر ۳۰ سال پیشہ زراعت سکنہ رام کشتا پور تعلقہ میرچل ضلع اطراف بلدہ

ہرگاہ۔ مقدمہ صدر میں تمہارے نام (۳) مرتبہ اطلاع نامہ جات بتوسط عدالت ضلع اطراف بلدہ عدالت منصفی ہذا سے بغرض تعمیل جاری ہوئی ہیں لیکن تمہاری ذات پر سمن کی تعمیل نہیں ہوئی۔ معلوم ہوا ہے کہ تمہارا پتہ نہیں چل رہا ہے لہذا اشتہار ہذا جاری کر کے تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم اصالتاً یا وکالتاً ہذا میں بتاریخ ۱۰ مہر ۱۳۵۱ ف روز شنبہ وقت ۱۰ بجے حاضر ہو کر جواب دہی و پیروی مقدمہ کرو۔ ورنہ حسب ضابطہ کارروائی عمل میں آئے گی اور پھر کوئی عذر لائق سماعت نہ ہوگا

دستخط	دستخط
سرشتہ دار	منصف

احمد پریس چار مینار میں طبع ہو کر باہتمام سید حسن (اعظمیہ) دفتر سلطنت سانچہ توپ سے شائع ہوا